G RAM PRESS SRINAGAR

THE KASHMIR NOVEL AGENCY.

Name ..... Section .....

No.; _____ Price _____

PROPRIETOR

MIR HASAMUD DEEN KASHMIR

Dushant

۲۹۱۲۷

جلد ۱۳

نظارہ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل - خونی تلوار وغیرہ

مصنف — جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم — پرتھی رام فیروزپوری

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں ہیں تو ہر سالانہ ادا کر کے اب بن جایئے

اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی ہے

لال برادرس

مقام اشاعت ڈیرہ دون

صدر دفتر:- ۴ پارسنز روڈ لوکھا لاہور

یہ پریس دہلی میں باہتمام سوامی رامانند سنیاسی چھپی اور لال برادرس نے ڈیرہ دون سے شائع کی

اشاعت اول — قیمت عہ ر

حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لندن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو شاہراہوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائشی فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر ہموار ہے مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۳۴۸ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۲ عہ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں حصہ اول کی قیمت عہ ۱۰ باقی ہر حصہ کی ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کا یہ آرا ناول مسٹریز آف لندن کے دوسلسلے میں یا یوں کہنا چاہئے کہ دو جداگانہ کتابیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ مضمون بالکل مختلف ہے اس ناول کا پلاٹ، کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل جدید ہے مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن کہا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں۔ وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کیلئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۶۴۱ صفحوں سے زیادہ قیمت عہ ۱۱ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں ہر حصہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو یہ کامنی آرڈر بھیجکر اب بن جایئے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی

تیرہویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کا زبردست ناول

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن، خونی تلوار، وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

ڈیرہ دون

صدر دفتر:- ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اشاعت اول قیمت عہ حقوق محفوظ

دو دو باتیں

فروری کے آخری پندرہ دن مترجم کی دختر نیک اختر کی شادی کی مصروفیتوں میں دفتر بند رہا۔ اس لئے نہ خطوں کا جواب وقت پر دیا جا سکا۔ نہ فرمائشوں کی تعمیل ممکن ہوئی۔ اور نہ بارہویں جلد کی روانگی ہی پہلی تاریخ کو عمل میں آسکی۔ مگر خدائے کارساز کا صد ہزار شکر ہے کہ شادی کا سب کام بخیر و خوبی طے ہوا۔

انہی غیر معمولی حالات میں اس جلد کی ضخامت بھی وہ پیمانہ حاصل نہ کر سکی جو گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں بتدریج قائم کیا گیا تھا۔ مگر یہ ایسی مجبوری ہے۔ جس کے لئے کسی طویل معذرت کی حاجت نہیں۔

ماہ فروری میں بابو بہاری لال صاحب اور سیرا ور منشی محمد سلیم صاحب صدیقی (کانپور) نے ایک ایک خریدار عطا کیا مگر صاحب اول نے اس کے بعد خود سلسلہ خریداری ترک کر دیا۔ گویا ان کا حساب برابر ہی رہا۔ جناب سلیم کا ان کی عنایت کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

امید دلائی جاتی تھی کہ ضخامت بڑھنے سے خریداروں کی تعداد میں قدرتاً معقول اضافہ ہوگا۔ مگر عملی طور پر ایسا نہیں ہوا۔ وجہ یہ کہ دنیا میں بے غرض کام کرنے والوں کی تعداد کم بہت ہی کم ہے۔ ہر شخص کو نہ اتنی فرصت ہے اور نہ اتنا درد کہ توسیع اشاعت کا بوجھ اپنے اوپر لے۔ اس لئے یہ کام ایک تنگ حلقہ احباب تک محدود رہا ہے اور رہے گا۔ انہی کی ہمت سے کشتی نصف فاصلہ طے کر چکی ہے۔ یقین ہے وہی اس کو پار لگانے میں مدد دیں گے۔

پرانی جلدوں کی عدم رسی کی شکایات ہر چار چار پانچ پانچ ماہ بعد آرہی ہیں خدا معلوم لوگ کیوں بروقت اطلاع کی نسبت ہماری گذارش قبول نہیں کرتے؟

قصہ کی دلچسپی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جس کا ذکر متعدد اصحاب نے اپنے خطوں میں کیا ہے۔ منشی اللہ دیا عبد الغنی صاحب لکھتے ہیں "فسانہ کی دلآویزی میں۔ بہر کیف کلام نہیں" اور جناب شمیم بلہوری تحریر فرماتے ہیں "قصہ کی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ امید ہے آئندہ ہر ایک جلد دلچسپ تر ثابت ہوگی۔" دقس علیٰ ہذا۔

نظارہ پرستان

تیرہویں جلد

باب - ۷۹

صفائی

رات کے گیارہ بجے تھے اور ارل آف لیسلز کے محل میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یکایک اسٹیل کی خوابگاہ کا دروازہ کھلا اور وہ جلتی ہوئی شمع ہاتھ میں لیکر باہر نکلی۔ بدن پر اب تک وہی کپڑے تھے۔ جو دن میں پہنا کرتی تھی۔ کیونکہ اس خادمہ کو جو لباس شب خوابی بدلوانے آئی۔ بہانہ کرکے ٹال دیا گیا تھا۔ اور اب وہ اس بات کا مصمم فیصلہ کر چکی تھی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا ارادہ اپنے سابق دلدار۔ حال دشمن ارل آف لیسلز سے ملکر میک پیس کی گفتگو کا ہر لفظ کہہ دینے کا تھا۔ پہلے وہ اس کام کو کل پر ملتوی کرنا چاہتی تھی۔ پھر یہ سوچکر کہ دن میں گفتگو کرنے سے ممکن ہے۔ میک پیس کی طرح کوئی دوسرا نوکر بھی چھپ کر سن لے۔ اس نے رات کا وقت ہی موزوں سمجھا۔ اس کے علاوہ طبیعت اتنی بے چین اور دماغ اس درجہ مضطرب تھا کہ کسی کو محرم راز بنائے بغیر نیند آنا محال تھا۔

کونٹس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ اور شمع کی روشنی اس زردی کو اور نمایاں کرتی تھی۔ فی الحقیقت اپنے سیاہ لباس میں وہ اس بے قرار روح سے زیادہ مشابہ تھی جو اپنا قدیم مسکن دیکھنے عالم ثانی سے دار فانی میں واپس آئی ہو۔

ارل کے کمرہ کے پاس جاکر اس نے آہستہ سے دستک دی۔ چونکہ نوکروں کے کمرے فاصلہ پر تھے۔ اور جیسا ناظرین کو یاد ہوگا اسابیلا ونسنٹ ایک مدت سے گھر چھوڑ چکی تھی۔ اس لئے

یہ احتمال نہ تھا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سن لے گا۔ پہلی دستک پر کچھ جواب نہ ملا۔ مگر جب بصری بار کنڈی ہلائی تو دالان میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی بند دروازہ کے اندر سے ایڈولفس نے آواز دی "کون ہے؟"

"میں ہوں۔" ایتھل نے جواب دیا۔ "اور ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنے آئی ہوں"

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ شاید بند دروازہ کے دوسری جانب ایڈولفس یہ سوچ رہا تھا۔ کہ اس وقت دروازہ کھولنا چاہیئے یا نہیں۔ یکایک کنجی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔ اور کونٹس اندر چلی گئی۔ مگر اس نے دیکھا کہ ارل بھی دن کا لباس پہنے ہوئے تھا معلوم ہوتا ہے بدنصیب بیوہ کی طرح اسے بھی نیند کی رغبت نہ تھی۔

"ایتھل اب کس لئے آئی ہو؟" ارل نے اس کے اندر آجانے پر دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا اور تھوڑی دیر اس کے چہرہ کو بغور دیکھ کر تلخ لہجہ میں کہنے لگا۔ "یقیناً تمہاری آمد سابقہ محبت تازہ کرنے کے لئے نہیں ہے؟"

"ایڈولفس یہ وقت مذاق کا نہیں" کونٹس نے جلدی سے کہا۔ "معاملات نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ بہرحال اطمینان رکھو میں تم پر نئے سر سے الزام لگانے یا تمہارا جواب سننے کے لئے نہیں آئی..."

"تو پھر کیا اس کا اقرار کرنے آئی ہو۔ کہ واقعی تمہیں نے ارل کا خون کیا تھا؟" ایڈولفس نے کہا۔ "ایسا ہے تو میں خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اسکی ہدایت سے تم نے جلد یا بدیر اپنے گناہ کا اعتراف تو ضروری سمجھا۔"

"ایڈولفس کیوں خدا کے پاک نام کی بے حرمتی کرتے ہو۔" ایتھل نے ملامت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "باز آؤ۔ ان باتوں سے گناہ کے بوجھ کو ہلکا نہیں کیا جا سکتا۔"

"مگر میں خدا کو حاضر جان کر اپنی بے گناہی کا اعلان کرتا ہوں۔" ایڈولفس نے جلدی سے کہا۔

"آمین بھی۔" کونٹس نے کہا۔ پھر وہیں دوزانو ہو کر ہاتھوں کو انداز دعا سے اٹھاتے ہوئے اس نے کہا۔ "الٰہی تو خوب جانتا ہے۔ میں اس خوفناک جرم سے پاک ہوں۔ میری معصومیت تجھ پر روشن ہے۔ اس لئے میں دعا کرتی ہوں کہ اگر میں واقعی گنہگار ہوں۔ تو تو اپنی آتش قہر سے مجھے آن واحد میں بھسم کر دے..."

"ایتھل - ایتھل" - ایڈولفس نے مضطرب ہو کر کہا "جھوٹی دعائیں نہ مانگو - تم نہیں جانتی ہو - اس قادر مطلق کا قہر و عتاب کیا صورت اختیار کر سکتا ہے۔"

"سنو ایڈولفس جو میں کہتی ہوں اس کو بغور سنو" کونسٹنس نے باصرار کہا "میری دعا سچی ہے اور میں انہی الفاظ کو دہرا کر پھر کہتی ہوں کہ اگر میں واقعی گنہگار ہوں..."

"آخر یہ کیا اسرار ہے؟" ارل نے انداز حیرت سے کہا "میں دیکھتا ہوں تمہارے چہرہ پر صداقت برستی ہے۔ تمہارے الفاظ سے بھی راستی کی بو آتی ہے..."

"اس لئے کہ میں سچ کہہ رہی ہوں" کونسٹنس نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا۔ "ایڈولفس میری طرف دیکھو اور پھر سچے دل سے کہو۔ کیا کسی مجرم اور گنہگار کی صورت ایسی ہی ہوتی ہے؟" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور ارل کے چہرہ کو بنظر غور دیکھنے لگی۔ پھر بولی "مگر تم ایڈولفس کیا تم بھی...؟"

"ہاں میں بھی سچے دل سے کہہ سکتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔" ارل نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی فرش زمین پر دوزانو ہو گیا۔

"ایڈولفس جھوٹے حلف نہ لو..." کونسٹنس نے جلدی سے کہا۔

"بس سنو" ارل نے قطع کلام کر کے کہا تو کونسٹنس اس کے الفاظ سے مرعوب ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

ایڈولفس نے دوزانو ہو کر کونسٹنس کی طرح اپنی بے گناہی کا اعلان کیا۔ اور وہ کھڑی چپ چاپ اس کی طرف دیکھتی رہی۔ آخر کار وہ بھی اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور دونوں ایک دوسرے کی جانب نظر تجسس سے دیکھنے لگے۔

کچھ دیر بعد ارل نے جو سکوت کو توڑا۔ اور ایتھل کے چہرہ کو اس طرح نظر غور سے دیکھ کر گویا اس کی روح تک کا حال جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہنے لگا "کیا انجیل ہاتھ میں لے کر اپنی بے گناہی کا اعلان کر سکو گی؟"

"کیوں نہیں" کونسٹنس نے جواب دیا۔ اور گو اس کا چہرہ بدستور لاش کی طرح زرد تھا۔ تاہم نگاہ کے استقلال میں ذرا فرق نہیں آیا۔ ارل کی نگاہ تیز کا پوری طرح مقابلہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگی "میں اپنی بے گناہی کا حلف انجیل پر لینے کو تیار ہوں۔ مگر کیا تم بھی ایسا کر سکتے ہو؟"

"دیکھو" اور یہ کہہ کر ایڈولفس نے الماری میں رکھی ہوئی انجیل ہاتھ میں لے لی۔

"تو آؤ، دونو اس پر حلف لیں۔" ایتھل نے کہا۔ "لیکن اگر اس طرح ثابت ہو گیا کہ جرم ہم دونو میں کسی کا نہیں ہے۔۔۔"

"کاش ایسا ہو!" ایڈولفس نے کانپتی ہوئی آواز سے جو شدت جوش کی مظہر تھی کہا۔ "کاش ہم ایک دوسرے کو یقین دلا سکیں کہ یہ جرم ہم میں سے کسی کا نہیں ہے۔ مگر ایتھل ایک نہایت سخت امتحان ابھی تک باقی ہے۔ اور مجھے ڈر ہے تم اس میں پوری نہ اتر دگی۔"

"اس سے معلوم ہوتا ہے تمہارے دل میں ابھی تک شبہات باقی ہیں۔" کونٹس نے کہا "حالانکہ میں بڑی فیاضی سے تمہاری بات کا یقین کر کے سمجھنے لگی تھی کہ آجتک ہم ایک عظیم غلط فہمی میں مبتلا رہے۔ اور ایک ایسے جرم کی نسبت جس کا ارتکاب کسی تیسرے شخص نے کیا ہے۔ بے وجہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے۔ لیکن خیر یہ تو کہو وہ امتحان کیا ہے؟ یاد رکھو اپنی بیگناہی ثابت کرنے کو میں ہر قسم کے امتحانات سے گذرنے کو تیار ہوں۔ مگر تمہاری نسبت ایڈولفس۔۔۔"

"آہ! اب تم مجھ پر شک کرنے لگی ہو۔" ارل نے جلدی سے کہا۔ پھر اس کے بعد نگاہ کا استقلال برقرار رکھتے ہوئے سنجیدہ الفاظ میں کہنے لگا۔ "ایتھل کیا تم ایسا کر سکتی ہو کہ میرے ساتھ اس کمرہ میں جاؤ۔ جہاں قتل کی واردات ہوئی تھی۔ اور اسی پلنگ کے پاس کھڑے ہو کر جہاں بدنصیب ارل کو قتل کیا گیا تھا سر ملنے پر اس جگہ ہاتھ رکھتے ہوئے جہاں اس کا کٹا ہوا سر ملا تھا دوسرے ہاتھ میں یہ مقدس کتاب لے کر اس بات کی قسم لو کہ۔۔۔"

"میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔" ایتھل نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "مگر ایڈولفس کیا تم بھی۔۔۔"

"ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں۔" نوجوان ارل نے جواب دیا۔ "اور اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آجتک ہم دونو کسی خوفناک غلط فہمی میں مبتلا رہے۔ کیونکہ ایسی دروغ حلفی۔۔۔"

"میری طرف سے ناممکن ہے۔" ایتھل نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "علاوہ بریں تمہارے سامنے جھوٹی قسم کھانے سے فائدہ کیا ہے؟ میرے خیال میں ایسا کرنا دنیا بھر کے جرائم میں سب سے بے سود ہو گا۔"

"واقعی اور اپنی طرف سے یہی الفاظ میں بھی کہہ سکتا ہوں۔" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ آجتک ہم دونو بے وجہ ایک دوسرے کی برائی کرتے رہے۔ ہم نے رائے قائم کرنے میں جلدی کی۔ اوہ! اگر ایسا ہو۔۔۔ مگر نہیں یہ غیر ممکن

ہے۔ جرم ہم دونوں سے کسی کا ہے۔ گو اپنے متعلق میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میں اس سے پاک ہوں۔"

"یہی بات میں اپنے متعلق کہہ سکتی ہوں۔" ایتھل نے بے صبری سے کہا۔ پھر بدقت غصہ کو ضبط کر کے سنجیدہ لہجہ میں کہنے لگی۔ "اچھا آؤ اس کمرہ میں چلیں۔ جہاں واردات ہوئی تھی میرا ضمیر صاف ہے اور جس طرح تم کہتے ہو میں وہاں کھڑے ہو کر حلف لینے کو تیار ہوں۔"

اتنا کہہ کر کونٹس آف لیسلز نے وہی جلتی ہوئی شمع جسے وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔ ہاتھ میں لے لی۔ مگر اسے میز سے اٹھاتے ہوئے اس کا ہاتھ اس طرح کانپا۔ کہ شمع گل ہوتے ہوتے بچی۔ یہ حالت دیکھ کر ایڈولفس کہنے لگا۔ "ٹھہرو۔ چونکہ ہمیں ایک دوسرے کے چہرہ کو بغور دیکھنا ہے۔ اس لیے بہتر روشنی کا انتظام ہونا چاہیے۔ تم چلو۔ میں ایک لمحہ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔"

وہ خوابگاہ میں جا کر ایک لمپ اٹھا لایا۔ جس کی روشنی بہت تیز تھی۔ پھر دونو چپ چاپ باہر نکلے۔ اور بے چین روحوں کی طرح بے آواز چلتے ہوئے اس کمرہ کے دروازہ پر گئے جو متوفی ارل کے تبدیل لباس کے لئے مخصوص اور اس کی خوابگاہ کے باہر واقع تھا۔ اس جگہ پہنچ کر انہوں نے ایک ہی خیال اور ایک ہی احساس کے اثر سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونو کے چہرے زرد مگر استقلال آمیز تھے۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ تک نہیں نکلا۔ ایڈولفس نے آگے بڑھ کر کمرہ کا دروازہ کھولا۔ اور بظاہر اس اخلاق سے کام لیتے ہوئے جسے مرد شریف کا جوہر سمجھا جاتا ہے۔ خود ایک طرف ہٹ کر ایتھل کے داخل ہونے کے لئے رستہ چھوڑ دیا۔ کونٹس بے تامل کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور اس سے گذر کر خوابگاہ میں جاتے ہوئے جہاں قتل کی واردات ظہور میں آتی تھی۔ اس نے ایڈولفس کا انتظار بھی ضروری نہیں سمجھا۔

جب اس خوفناک کمرہ میں پہلے ایتھل اور اس کے بعد ایڈولفس داخل ہو چکے تو ایک بار پھر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر تیز نظروں سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ کہ اب فریق ثانی کا رویہ کیا ہوگا۔ مگر انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ دونو کے چہروں سے استقلال و سنجیدگی ظاہر ہوتی تھی۔

ارل آف لیسلز نے لمپ کو میز پر رکھ کر انجیل ہاتھ میں لی۔ اور اس پلنگ کی طرف بڑھا جہاں بدنصیب ارل کو قتل کیا گیا تھا۔ ایتھل اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

یکایک وہ کہنے لگی۔ "ٹھہرو پہلے میں حلف لوں گی۔ اور اگر یہاں آتے ہوئے تم نے ایک لمحہ کے لئے مجھے لرزہ براندام دیکھا ہو۔ تو مت سمجھنا کہ یہ اضطراب اس حلف کی وجہ سے ہے۔ جو

میں اب لینا چاہتی ہوں۔ نہیں اس کی وجہ محض اس خوفناک واقعہ کی یاد ہے۔ جو یہاں پیش آیا تھا اور جس کا اثر اب تک میرے دل میں تازہ ہے۔"

یہ بتانا شاید غیر ضروری ہوگا۔ کہ اس وقت کے بعد سانحہ مذکور سے متعلق ہر چیز اس کمرہ سے ہٹا دی گئی تھی۔ اور موجودہ صورت میں کوئی شخص جسے اس واقعہ کا علم نہ ہو نہیں جان سکتا تھا کہ اس کمرہ میں کبھی ایک بھیانک قتل کی واردات ہوئی تھی۔

"ایک لمحہ کے لئے میرے اپنے بدن میں بھی اس خیال سے لرزہ پیدا ہو گیا تھا۔" ایڈولفس نے تسلیم کیا۔ "مگر ایتھل۔ کیا تم قتل کے خوفناک منظر کو یاد کر کے یہ سمجھتے ہوئے کہ مقتول ارل آف لیسلز کی لاش اب تک یہاں پڑی ہے۔ بظاہر اس سرد لاش پر ہاتھ رکھ کر بے گناہی کا حلف لے سکتی ہو؟ ایسا ہو تو آؤ اس مقدس کتاب کو بوسہ دو۔ اور قسم لو کہ تمہارا ہاتھ اپنے شوہر کے خون سے پاک ہے۔"

کونٹس آف لیسلز نے بے تامل ایک ہاتھ میں انجیل لے کر دوسرے کو پلنگ کے سرہانہ پر رکھا۔ ایڈولفس نے سنجیدہ اور پرخوف لفظوں میں اسکو حلف دیا۔ اور ایتھل بڑے استقلال کے ساتھ اس کی زبان سے نکلتے ہوئے ہر لفظ کو دوہراتی گئی۔ اس کے بعد انجیل کو بوسہ دے کر یقینی لہجہ میں کہنے لگی "میں کتاب مقدس کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جرم قتل سے پاک ہوں۔"

اس عمل کے بعد تھوڑی دیر ایڈولفس اس کے چہرہ کو نظر تجسس سے دیکھتا رہا۔ مگر نہ کونٹس کی نگاہ جھجکی۔ نہ اس کا بدن کانپا۔ وہ اس شخص کے استقلال سے نگاہ کا مقابلہ کرتی رہی۔ جو حقیقت میں بے قصور ہو۔ اور اس پر کوئی خوفناک الزام عائد کیا گیا ہو۔ مگر وہ اس بات کے لئے آمادہ ہو کہ اس الزام کی جتنی بھی تحقیقات کی جائے وہ اس کے لئے تیار ہے۔ ہر طرح مطمئن ہو کر ارل نے کتاب اس کے ہاتھ سے لے لی۔ پھر اشارہ سے کہا اب مجھے حلف دو۔ ایتھل نے انہی لفظوں میں اس کو حلف دیا۔ اور وہ ہر لفظ کو صداقت و اعتماد کے ساتھ کہتا گیا۔ آخر میں چہرہ پر کسی طرح کا اضطراب ظاہر نہ کر کے اس نے انجیل کو بوسہ دیا اور یہی الفاظ کہے "میں کتاب مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جرم قتل سے پاک ہوں۔"

حلف کے بعد جس طرح ارل نے کونٹس کے چہرہ کو تیز نظروں سے دیکھا تھا۔ اسی طرح اب ایتھل نے اس کے چہرہ کو دیکھا۔ مگر اس نے بھی نظر تجسس کا مقابلہ پورے استقلال کے ساتھ کیا۔

"بس ایڈولفس ثابت ہو گیا کہ تم بے گناہ ہو۔" کونٹس نے کہا۔

"اب مجھے بھی ایتھل تمہاری بے گناہی کا یقین ہو گیا۔" ارل نے جواب دیا۔

مگر کیا اس طرح ایک دوسرے کی بے گناہی کا یقین حاصل کر کے ان شبہات کی تاریکی سے باہر نکلنے کے بعد جو ایک کو دوسرے کی نسبت تھے۔ ان کی سابقہ محبت پھر تازہ ہو گئی؟ کیا وہ پھر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ یا انہوں نے گرمجوشی سے ہاتھ ملائے؟ بالکل نہیں کیونکہ گو یہ صحیح ہے کہ اب وہ ایک دوسرے کو مختلف نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ تاہم اس محبت کو جو کبھی نہایت مضبوط۔ بہت پرجوش اور انتہا درجہ نازک تھی۔ ایسا بھاری صدمہ پہنچ چکا تھا کہ اب اس کا بحال ہونا غیر ممکن تھا۔ جس طرح خزاں کے سرد جھونکوں سے مرجھایا ہوا پھول آفتاب کی تمازت حاصل کر کے بھی اگلا روپ نہیں پا سکتا۔ اس طرح قلب انسانی میں عشق مردہ کی یاد پھر کبھی تازہ نہیں ہو سکتی۔

دونو ایک دوسرے کو مضطرب اور تلملائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور گو دونو کو پختگی کے ساتھ یقین ہو چکا تھا۔ کہ اب ایک دوسرے پر شک کا کوئی امکان نہیں۔ تاہم افتراق کی خلیج جو دلوں میں حائل ہو گئی۔ اب پٹ نہ سکتی تھی۔ عشق کا دروازہ ان پر بند ہو چکا۔ اور دنیا کی نظروں میں ان کے آئندہ تعلقات کتنے بھی خوشگوار ہوں۔ بہر حال یہ غیر ممکن تھا کہ ان میں وہ پہلی پرجوش محبت پھر پیدا ہو سکے۔

یکایک اس طرح کی آواز سنائی دی۔ گویا کوئی تبدیل لباس کے کمرہ کا دروازہ کھول رہا ہے۔ دونوں نے سہمی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ مگر ان کی نگاہ میں توہمانہ خوف کا اثر نہیں تھا۔ ان کی نظریں ایک ساتھ دروازہ کی طرف گئیں۔ کیونکہ اب کوئی شخص باہر کے کمرہ کو طے کر کے انہی کی طرف آ رہا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک آدمی نمودار ہوا۔ یہ میک پیس تھا!

اس نے صرف چند ایک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ چہرہ زرد خط و خال میں سختی اور آنکھیں اس طرح کھلی ہوئی تھیں گویا کسی نامعلوم چیز کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ ان کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ خارجی چیزوں کا عکس فقط ان کی پتلی تک پہنچتا ہے پرے دماغ تک نہیں جاتا۔ کچھ شک نہیں۔ وہ آنکھیں دیکھی ہوئی چیزوں کا حال دماغ تک پہنچانے سے اسی طرح قاصر تھیں جیسے آئینہ کہ وہ ہر چیز کا عکس حاصل کرتے ہوئے اس کی ماہیت سے بے خبر رہتا ہے۔

ایڈولفس اور ایتھل ڈر کر چپ چاپ ایک طرف ہٹ گئے۔ کیونکہ صاف نظر آتا تھا

میک پیس حالت خواب میں چلتا ادھر آرہا ہے۔

وہ دیکھتے دیکھتے اس پلنگ کی طرف گیا جس پر بدنصیب ارل کو قتل کیا گیا تھا۔ اس وقت گو آنکھیں روشن تھیں۔ تاہم یہ جاننا ذرا مشکل نہ تھا۔ کہ ایڈولفس یا ایتھل کی موجودگی کا اسے قطعاً علم نہیں۔ اس کے ہاتھ میں شمع کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی۔ پھر بھی اندھیرے سے لمپ کی روشنی میں آکر نہ اسکی آنکھیں تلملائیں۔ نہ ان میں خیرگی پیدا ہوئی۔ بلکہ جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ وہ سیدھا پلنگ کی طرف گیا۔ دونوں ہاتھ اس کی طرف اٹھائے۔ تھوڑی دیر عجیب طرح کے اشارے کرتا رہا۔ بتدریج خط و خال کی سختی رفع ہوئی۔ اور آنکھیں اس طرح تیز حرکت کرنے لگیں۔ گویا کسی تازہ احساس نے ان میں اثر خوف پیدا کر دیا ہے۔ اس اثنا میں ایڈولفس اور ایتھل چپ چاپ اور بے حرکت پہلو بہ پہلو الگ کھڑے رہے۔ کسی طرح کی آواز منہ سے نکالے بغیر وہ اس خوفناک نظارہ کو دیکھتے رہے۔ اور گو ایک لمحہ کے لئے ایسا معلوم ہوا کہ میک پیس نے ان کو پہچان لیا ہے۔ اور وہ انہیں دیکھ کر کچھ کہنا بھی چاہتا ہے۔ مگر اس کے بعد فوراً ہی آنکھوں کی حرکت پھر بند ہو گئی۔ پتلیوں کا نور مدہم پڑ گیا۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ وہ اشیائے حاضرہ کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔

میک پیس یکایک مڑا اور بدستور حالت خواب میں کسی بے جان متحرک کل کی طرح چلتا کمرہ سے رخصت ہو گیا باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ جس کے تھوڑی دیر بعد ایڈولفس اور ایتھل کو تبدیل لباس کے کمرہ کا دروازہ بند ہوتا سنائی دیا۔

"معلوم ہوتا ہے ہم ایک دوسرے سے بڑی بے انصافی کرتے رہے ہیں" ایڈولفس نے کونٹس کے چہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اب صاف نظر آتا ہے کہ یہ شخص . . ."

"یہ شخص ہی اپنے آقا کا قاتل تھا" ایتھل نے فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ "افسوس ہم نے بے وجہ ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھا۔"

"خیر آؤ چلیں۔" نوجوان ارل نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے جس نے ایسے موقعہ پر ہمارے یہاں آنے کا سامان پیدا کر دیا۔ سچ پوچھو تو ہم خدا کے حضور سے اس رحم کے ہرگز مستحق نہ تھے۔"

"میں عہد کرتی ہوں کہ قادر مطلق کے اس رحم سے فائدہ اٹھا کر اپنی ساری عمر توبہ و استغفار میں بسر کروں گی۔" کونٹس نے پرجوش لہجہ میں کہا۔

دونوں ایک ساتھ وہاں سے رخصت ہو کر پھر اسی کمرہ میں گئے۔ جہاں ایتھل ایڈولفس

سے ملنے گئی تھی۔

اس جگہ پہنچ کر ایتھل نے کہا "میں آئی کس کام کے لیئے تھی اور ہو کیا گیا۔ کسے خبر تھی کہ واقعات اتنا جلد ایسی صورت اختیار کر لیں گے کہ ہمیں ایک دوسرے کی بے گناہی کا یقین ہو جائے گا۔ ایڈولفس حقیقت میں یہ کہنے آئی تھی کہ یہ بدمعاش میک پیس جس کی نسبت یقین کامل ہو چکا ہے کہ اسی نے اپنے آقا کو جو کم از کم اس سے ہمیشہ عنایت و فیاضی کا سلوک کیا کرتے تھے۔ قتل کیا ہے۔ اور اس کا خطا وار ضمیر سوتے میں بے چین کر کے اس مقام کی طرف جانے پر مجبور کرتا ہے۔ جہاں واردات ہوئی تھی . . ."

"مگر تم میک پیس کی نسبت کیا کہنا چاہتی ہو؟" ارل نے پوچھا "میں دیکھتا ہوں۔ تمہارے دل پر کچھ بوجھ سا پڑا ہوا ہے۔ خود مجھ سے اس نامنجار نے ذرا دیر پہلے بہت برا سلوک کیا تھا جس کا مجھے اب تک رنج ہے . . ."

"تم سے جدا ہو کر وہ میرے پاس کمرہ نشست میں گیا" ایتھل نے جواب دیا "اور مجھ سے کئی ایک شرمناک باتیں کہیں۔ اس نے مجھے دھمکایا۔ اور میں اس خیال سے نرم ہو گئی۔ کہ میں اس کے اختیار میں ہوں۔ اپنی بے گناہی کا مجھے یقین تھا۔ مگر ڈرتی تھی کہ ایسا نہ ہو۔ اس شخص کے انکشاف سے تمہیں حوالہ انصاف کر دیا جائے . . ."

"ایتھل خدا جانتا ہے" ارل نے پرجوش لہجہ میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں نے اس آدمی کے جابرانہ مطالبات پر اگر صرف اسلئے منظور کیا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو اس کے سب حال ظاہر کرنے سے تمہیں عدالت فوجداری اور وہاں سے تختہ دار تک جانا پڑے۔"

دونوں نے ایک دوسرے سے وہ سب باتیں کہیں جو میک پیس سے ہوئی تھیں۔ اور ان سے معلوم ہوا کہ جہاں ایک طرف ایڈولفس نے ادائے زر کی نسبت مہلت حاصل کر لی ہے وہیں ایتھل نے بھی میک پیس کی شرمناک تجویز کو ملتوی کرا لیا ہے۔

سب حال سن کر ایڈولفس نے کہا "میرا خیال ہے آج رات کے واقعات محض اتفاقی نہیں۔ ان کی تہ میں قادر مطلق کا اپنا ہاتھ نظر آتا ہے۔ اسی نے ہمیں اس راہ پر ڈالا ہے۔ جدھر قاتل کی دریافت اور سزایابی ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایتھل خود ہم نے جو گناہ کیئے تھے۔ ان کی سزا بھی ہمیں مل گئی۔ عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے خلاف جو شبہات رہے۔ نیز ہمارے دلوں کو جو قلق و اضطراب ہوا۔ خدا کرے وہ ہمارے گناہ کا کفارہ ثابت ہو۔ بس اب ہم

ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ تم اپنی خوابگاہ میں آرام کرو۔ اور میں بھی اس اطمینان کے ساتھ اپنے کمرہ میں جاتا ہوں۔ کہ انصاف کا عمل جو شروع ہو چکا ہے۔ اب بہت جلد منزل تکمیل حاصل کر سکے گا۔"

"مگر کیوں ایڈولفس! اب تم میک بیس کے خلاف کیا کارروائی کرو گے؟" ایتھل نے پوچھا۔ "اس وقت تک ہمارے پاس شک و شبہ کے سوا اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے"

"دوست میں اس سوال کا کچھ جواب نہیں دے سکتا۔" ارل نے کہا "معاملہ ایسا ہے۔ جس پر اچھی طرح غور و خوض کرنا چاہیئے۔ ایتھل حالات کسی کے اختیار میں نہیں۔ بہرحال جس قادر مطلق نے ہمیں ایسے پُراسرار طریق پر صحیح راہ پر ڈالا۔ امید کرنی چاہیئے۔ وہ باقی انتظام بھی خود ہی کر دے گا۔ جاؤ شب بخیر۔"

ایتھل نے زبانی سلام کا جواب دیا۔ مگر رخصتی مصافحہ کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ آپس کی بدگمانی رفع ہونے کے باوجود زخمی دلوں کا اندمال غیر ممکن تھا۔

دوسرے دن ناشتہ کے بعد مسز گارڈنر کا خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا مس ونسنٹ ہر طرح محفوظ و مصئون ہیں۔ میں رہسگیٹ میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ اس لئے جلدی میں مفصل حال نہیں لکھ سکی۔ مگر امید کرتی ہوں کہ سب حالات درست ہوں۔ میں جہاں میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ دوسرے خط میں تحریر کر دوں گی۔ یا ممکن ہے مس ونسنٹ نے پہلے ہی سب حال آپ کو لکھ دیا ہو۔

"مگر اسابیلا نے اب تک ہمارے نام کوئی خط نہیں لکھا۔" ایڈولفس نے مسز گارڈنر کی چٹھی پڑھ کر ایتھل سے کہا۔ "بارہا میرے دل میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اُسے ضرور ہماری نسبت شک ہو گیا ہے۔ ایتھل کیوں نہ تم اس کے نام ایک چٹھی لکھ کر اس میں تحریر کرو کہ بعض غیر معمولی حالات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ارل کا قاتل میک بیس تھا۔ میری رائے میں تم بے تامل اس کا نام لکھ دو۔ کہ اگر اسابیلا کے دل میں میرے۔ تمہارے یا ہم دونو کے خلاف کچھ شبہ ہو تو رفع ہو جائے۔"

"بہت اچھا میں اسے خط لکھ دوں گی۔" کونسٹنس نے جواب دیا۔ "مگر یہ تو کہو اب میک بیس کی نسبت کونسی کارروائی عمل میں لائی جائے گی؟"

"میں ایک وکیل سے ملنے جا رہا ہوں۔" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "ارادہ ہے سب حال

اس سے کہہ دوں۔ پھر امید ہے وہ ضرور کوئی مفید مشورہ دے سکیگا۔"

ادھر یہ ہنڈیا پک رہی تھی۔ اور دوسری جانب میک پیس اس سے بے خبر کہ کسی نے مجھ کو حالت خواب میں پھرتے دیکھا ہے۔ نیز ان حالات سے لاعلم جو اس کے لئے صدہا خطرے پیدا کر رہے تھے۔ اور جن کی بدولت وہ عنقریب مبتلائے مصیبت ہوا چاہتا تھا۔ یہ سن کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ ارل کہیں باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ مجھ سے انہوں نے دس ہزار پونڈ کا جو وعدہ کر رکھا ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لئے روپیہ کا انتظام کرنے گئے ہیں۔

ایڈولفس کو کئی گھنٹے لگ گئے۔ اور اس عرصہ میں اتھل سخت فکر و تشویش میں مبتلا رہی وہ میک پیس کے خلاف جرم قتل جلد سے جلد ثابت ہونے کے لئے بیتاب تھی۔ کیونکہ جب تک ایسا نہ ہو۔ اس کا میک پیس کے دباؤ میں رہنا لازم تھا۔ آخر شام کے پانچ بجے کے قریب ایڈولفس اپنے وکیل مسٹر سلیٹر کو ساتھ لیکر واپس ہوا اور نوکروں کو اطلاع دی گئی کہ وکیل صاحب رات کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ موقعہ پاکر ایڈولفس نے اتھل سے بھی اس تجویز کی تفصیل بیان کر دی جسے وہ میک پیس کے خلاف عمل میں لانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد تبدیل لباس کے لئے اپنے کمرہ میں جاکر ذاتی نوکر کو حکم دیا۔ کہ میک پیس کو ہمارے پاس بھیجدے۔

اس کے تھوڑی دیر بعد میک پیس کمرہ میں داخل ہوا۔ ایڈولفس نے اسے دیکھ کر بدقت غصہ ضبط کیا۔ بہرحال ظاہری سکون قائم رکھتے ہوئے اس نے کہا "دیکھو میک پیس میں اب اپنے مالی معاملات کی جانچ کر رہا ہوں۔ اس سے فارغ ہو کر امید ہے کل صبح تک تمہارا تقاضا پورا کر دوں گا میرے خیال میں تم بھی اس معاملہ کو جلد تر طے کرنے کے خواہشمند ہو۔ مسٹر سلیٹر وکیل سب کاغذات لے آئے ہیں اور اب کھانا کھانے کے بعد ہیں اور وہ دونوں ان پر غور کریں گے۔ میرا خیال ہے۔ صبح ناشتہ کے بعد زر مطلوبہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا جس کے بعد یقین ہے تم بھی اپنے وعدہ کے مطابق فوراً یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"میں اس کے لئے تیار ہوں" میک پیس نے جواب دیا۔ اور وہ اپنے دل میں یہ سوچکر خوش ہو رہا تھا۔ کہ میری تجویز امید سے بڑھ کر تیز کامیابی حاصل کر رہی ہے۔

یہاں سے رخصت ہو کر میک پیس کونٹس کی تلاش میں نکلا کہ اگر ممکن ہو تو اس کو بھی رات کا وعدہ یاد دلا دیا جائے۔ اس خیال سے کہ مجھے آج کی رات ہی اس مکان میں اور رہنا ہے۔ وہ روانگی سے پہلے اتھل کے وعدہ کو ایفا کرانے پر تلا ہوا تھا۔ کھانے میں ابھی ایک گھنٹہ

باقی تھا۔ اور مسٹر سلیٹر لائبریری کے کمرہ میں قانونی کاغذات کی جانچ کر رہے تھے۔ اس لئے کونٹس کمرہ نشست میں اکیلی ہی تھی میک پیس بے تامل اندر چلا گیا۔ اور پاس جا کر کہنے لگا "بیگم کل رات کا وعدہ بھولا نہ ہوگا۔ آج اس کا ایفا لازم ہے۔"

"وہ وعدہ افسوس کہ آج پورا نہ ہوگا۔" کونٹس نے ظاہری سکون برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "یوں میری طرف قہر آلود نظروں سے نہ دیکھو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو میں اپنے فعلوں کی مختار نہیں ہوں آج ارل کو دفعتاً خیال آگیا کہ اپنے وکیل مسٹر سلیٹر کی معرفت سارے مالی معاملات کی جانچ کرالیں کیونکہ کل صبح ان کا ارادہ یورپ چلے جانے کا ہے۔"

"آہ یورپ!" نوکر نے جلدی سے کہا۔ اس کے بعد اپنے دل سے کہنے لگا "یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ کو جلد طے کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"

"مگر یہ تو کہو۔" اس نے ایتھل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "مسٹر سلیٹر کی موجودگی کا وعدہ کے ایفا پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟"

"سمجھے نہیں" کونٹس نے اسی پرسکون لہجہ میں جواب دیا "مسٹر سلیٹر ان کاغذات پر جو جائداد سے متعلق ہیں۔ میرے دستخط کرائیں گے۔ اس لئے جب تک معاملہ طے ہو جائے۔ میں ان کا انتظار کروں گی۔ انہوں نے ذرا دیر پیشتر معذرت چاہتے ہوئے کہا تھا۔ اس کام میں غالباً رات کے ایک دو بج جائیں گے۔"

میک پیس نے اس بہانہ کو صحیح سمجھا۔ نادان کو ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہیں آیا کہ اسکی تہ میں مکر و فریب کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس موقعہ پر ایتھل نے اس خوبی سے پارٹ کیا۔ کہ نوکر کے دل میں ذرا سا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر چپ رہا پھر یہ سوچ کر خوش ہو گیا کہ ارل تو یورپ جا رہے ہیں۔ ان کے بعد یہ عورت سر بسر میرے رحم پر ہوگی۔ میں جس طرح چاہوں اس سے سلوک کر سکوں گا۔

"خیر مجبوری ہے۔" اس نے بالآخر کونٹس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تمہارے کہنے سے آج رات اور صبر کرتا ہوں۔ لیکن ارل کل بھی روانہ نہ ہوئے۔ تو پھر میں رات کو گیارہ بجے کے قریب ضرور آؤنگا۔ جس کمرہ میں تم بڑی سرکار کی حیات میں رہا کرتی تھیں۔ اس کی ایک کھڑکی کھلی رکھنا میں اسی طرف ہو کر آجاؤں گا۔ اور آئندہ مستقل سکونت وہیں اختیار کر لو تو رہی سہی دقتیں مٹ جائیں گی۔ مگر یاد رکھو سب انتظام اسی طرح ہونا چاہیئے۔ جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ ورنہ میں"

بدمعاش نوکر نے کونسٹبل کے چہرہ کو اس طرح دھمکی کی نظر سے دیکھا کہ وہ اظہار نفرت کو بدقت دبا سکی۔ پھر بھی اس نے ضبط کر کے کچھ جواب نہ دیا۔ جس کے بعد میک پیس رخصت ہوا اس وقت سے لے کر کھانا کھانے تک ایڈولفس اور ایتھل میں گفتگو نہ ہو سکی۔ کھانے سے فراغت پا کر مسٹر سلیٹر اور ایڈولفس لائبریری میں چلے گئے۔ اور وہاں اس تجویز پر غور کرنے لگے جس کے مطابق وہ میک پیس کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ مخفی نہ رہے کام کی کثرت کا بہانہ محض اس لئے سوچا گیا تھا کہ اس سے ایک تو میک پیس کے دل میں وکیل کی موجودگی سے شبہ نہ ہوگا۔ دوسرے ایتھل کو اسے ٹالنے کا موقعہ مل جائے گا۔

آخر جب رات کی تاریکی اچھی طرح پھیلنے لگی تو ایڈولفس لائبریری سے نکل کر باغ میں گیا جہاں واقعات پیش آمدہ کی پیدا کی ہوئی دماغی حدت رفع کرنا چاہتا تھا۔ یہیں تھوڑی دیر بعد ایتھل سے ملاقات ہوئی۔ جو خود بغرض تفریح اس طرف آنکلی تھی۔ اس نے میک پیس کی تازہ ملاقات کا سب حال بیان کیا۔ مسٹر سلیٹر کی موجودگی میں یہ قصہ اس لئے نہیں چھیڑا گیا تھا کہ ایسا شرمناک معاملہ مرد غیر کے سامنے کہنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ گو اس میں شک نہیں کہ ایڈولفس نے اپنے طور پر وکیل کو میک پیس کی گستاخانہ تجویز سے واقف کر دیا تھا۔

سب حال سن کر نے ارل نے کہا "ایتھل۔ سب کام تسلی بخش طریق پر ہو رہا ہے۔ میک پیس کے دل میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں عنقریب اپنے دوگونہ مطالبات منوا لوں گا۔۔۔ مگر آہ! یہ کیا آواز تھی؟"

"سننا!" ایتھل نے دبی آواز سے کہا۔

دونو ٹھیر گئے۔ اور اب جو انہوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا۔ کوئی شخص تھوڑے فاصلہ پر پھاوڑے سے زمین کھود رہا ہے۔ آواز اتنی مدھم تھی کہ دور کھڑے ہو کر صحیح اندازہ کرنا دشوار تھا۔ مگر چونکہ موجودہ حالات میں واقعہ خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے دونو اس کی تحقیق پر آمادہ ہو گئے۔ اس خیال سے وہ اسی سمت میں روانہ ہوئے۔ جدھر سے آواز آ رہی تھی حتے کہ تھوڑی دور چلکر اندھیرے میں انہیں درختوں کے پیچھے کوئی سپید چیز ہلتی نظر آئی۔ دبے پاؤں اور آگے بڑھے۔ نرم گھاس پر چلنے سے پاؤں کی آواز بالکل پیدا نہ ہوئی۔ دونو اس احتیاط سے قدم اٹھاتے تھے۔ کہ جھاڑیوں میں بھی کسی طرح کی سرسراہٹ پیدا نہ ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ اس مقام کے پاس پہنچ گئے۔ جہاں سے آواز آتی تھی۔ اور اب وہ چھپ کر آسانی

سے دیکھ سکتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کوئی آدمی کوٹ واسکٹ اُتارے زمین کے اس حصہ کو جہاں گنجان درخت اُگے ہوئے تھے کھود رہا ہے۔ سپید چیز جو ان کو نظر آئی۔ وہ اس کی قمیص تھی۔ شخص مذکور بڑی سرگرمی سے کھدائی کر رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اس کام کو جلد تر پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس خیال سے کہ ارل۔ کونٹس اور مسٹر سلیٹر کام میں مصروف اور نوکر اپنے کمروں میں آرام کر رہے ہیں۔ اس کا بھی احتمال نہ تھا کہ کوئی مجھے دیکھ لے گا۔

یہ شخص میک پیس تھا!

ایڈولفس اور ایتھل کے دلوں میں ایک ساتھ خیال پیدا ہوا کہ سابق ارل کے قتل کی بےنظیر شہادت میں کوئی تازہ کڑی تیار ہو رہی ہے۔ دم روکے چپ چاپ کھڑے دیکھا کئے۔ مگر اس کا خیال رکھا کہ میک پیس ان کو نہ دیکھ پائے۔ تھوڑی دیر میں میک پیس نے جھک کر گڑھے کے اندر سے کچھ اس طرح کی چیز نکالی۔ جو اندھیرے میں پتھر کی صراحی معلوم ہوتی تھی۔ قریباً ڈیڑھ فٹ اونچی اور اسی نسبت سے چوڑی۔ میک پیس نے اسے گڑھے سے نکال کر فرش زمین پر رکھا تو ایتھل اور ایڈولفس کو طلائی سکوں کے کھنکھنانے کی آواز سنائی دی۔ بےخبر نوکر نے گڑھے کو جلد جلد پُر کرنا شروع کیا۔ اور اس وقت ایڈولفس نے ایتھل کو چھو کر اشارہ سے کہا۔ اب واپس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ جس احتیاط سے اس مقام تک آئے تھے۔ اسی طرح دبے پاؤں پیچھے مڑ گئے۔

مکان میں جا کر انہوں نے سب حال مسٹر سلیٹر وکیل سے بیان کیا۔ اور اُسے سن کر اس نے بھی تسلیم کیا کہ یہ واقعہ ضرور اپنے اندر کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ گمان یہ تھا کہ سنگی ظرف کے طلائی سکوں کی خاطر ہی ارل کو قتل کیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ نوکر نے پہلے انہیں برتن میں ڈال کر زمین میں گاڑ دیا تھا۔ مگر جس وقت طے ہو گیا کہ نئے ارل سے روپیہ وصول کر کے وہ کل اس گھر سے رخصت ہو جائے گا۔ تو ان سکوں کو ساتھ لے جانے کے لئے زمین سے نکال لیا

کچھ شک نہیں کہ میک پیس کے خلاف قرائنی شہادت کا جال بڑی تیزی سے مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

باب ۸۰

قاتل کون تھا؟

اسی رات دس بجے کے قریب ارل نے حکم جاری کیا۔ کہ صبح نو بجے میرے لئے سفری گاڑی تیار رہے اور ساتھ ہی نوکروں کو ہدائت کردی گئی کہ سب لوگ وقت مقررہ پر سو جائیں۔ مجھے کونٹس اور مسٹر سلیٹر کو ایک ضروری کام کے لئے بہت دیر تک جاگنا پڑے گا۔ مگر نوکروں میں سے کسی کے اس وقت تک بیدار رہنے کی حاجت نہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ رات کے گیارہ بجے مکان کے ہر حصہ میں خاموشی چھا گئی رشاگرد پیشہ میں روشنی گل کردی گئی۔ اور سب آدمی سو گئے۔ اس وقت ایڈونفس ہاتھ میں شمع لئے مسٹر سلیٹر کے ساتھ کتب خانہ سے نکلا۔ اور دونو زینہ کی راہ سے اس مقام پر پہنچے۔ جہاں متوفی ارل کا کمرہ واقع تھا۔ تبدیل لباس کے کمرہ سے گذر کر وہ خوابگاہ میں داخل ہوئے۔ جہاں ایڈونفس نے جلتی ہوئی شمع سنگار کی میز پر رکھ دی۔ پھر وکیل کو وہیں چھوڑ کر باہر آیا۔ اور کتب خانہ میں کونٹس کے پاس چلا گیا۔

دوسرے اذکار میں اب تک ہمیں مسٹر سلیٹر کی شباہت درج کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ آدمی ذہین دل کا مضبوط اور توہمانہ خطرات کا قائل نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اس کمرہ میں جہاں قتل کی واردات ہوئی تھی اس خیال سے تنہا ٹھیرنا منظور کیا کہ شاید اس سے جرم کے متعلق کوئی نئی بات دریافت ہو سکے۔

جب وہ اس کمرہ میں تنہا رہ گیا تو پہلے اس نے کوٹ اور واسکٹ اتاری۔ پھر لحاف اوڑھ کر پلنگ پر لیٹ گیا۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ یہاں سونے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اس بہانہ سے ایک خاص کام انجام دینا منظور تھا۔ پس جاگتا ہی رہا۔ اور کان کسی غیر معمولی آہٹ کا انتظار کرنے لگے۔

آخر کوئی پون گھنٹہ بعد اس کمرہ کا دروازہ جو تبدیل لباس کے لئے مخصوص تھا کھلا جس کے چند منٹ بعد کوئی خوابگاہ کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ میز پر شمع جل رہی تھی۔ اس کی روشنی میں وکیل نے میک بیتھ کو حالت خواب میں اس ہیئت کذائی سے پلنگ کی طرف آتے دیکھا کہ شب گذشتہ کی طرح صرف چند کپڑے بدن پر خیط داخل کرتے ہوئے اور آنکھوں میں وہ سندلے

شیشہ کی چمک پائی جاتی تھی۔ مسٹر سلیٹر دم روکے اسکی طرف دیکھتا رہا۔ پاس آکر میک پیس نے دونو ہاتھ پلنگ کی طرف بڑھائے۔ اور کچھ اس طرح کی حرکت کرنے لگا۔ گویا کسی چیز کو ٹٹول رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنا سیدھا ہاتھ پہلے وکیل کے گلے پر رکھا اور پھر فوراً اس کو کھینچ لیا۔ یہ اس عمل کی نقل تھی جو اس نے بدنصیب ارل کے گلے پر چاقو پھیرتے وقت کیا تھا۔

مسٹر سلیٹر جھٹ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور میک پیس کے دونو ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے چلانے لگا "قاتل رہ جا! اب کہاں جاتا ہے!"

اس شور نے میک پیس کو حالت خواب سے بیدار کر دیا۔ اب تک وہ بالکل بے خبر محض ذہنی اثرات کے تابع ہو کر نیند کی حالت میں ہی سب کچھ کر رہا تھا۔ مگر اب اس آواز کو سن کر بے اختیار چونک گیا۔

"قاتل اپنے جرم کا اقبال کر!" وکیل نے میک پیس کو صدمہ کے اثر سے بحالی کا موقعہ نہ دیتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"ٹھیرو۔ میں مانتا ہوں۔" بدنصیب شخص نے درد بھری آواز میں آہستہ سے کہا "مائی لارڈ معاف کرو... میری نیت بے شک خراب تھی... میں نے بڑی خطا کی..."

لیکن یکایک جب اس نے دیکھا کہ یہ مقتول ارل کی روح نہیں زندہ مسٹر سلیٹر وکیل ہیں تو اس کے منہ سے خوف و اذیت کی ایک دردناک چیخ نکلی اور وہیں فرش زمین پر دوزانو ہو کر تیز لفظوں میں التجائے رحم کرنے لگا۔

مسٹر سلیٹر نے زور سے گھنٹی بجائی۔ اور ایڈولفس جز اس آواز کا منتظر تھا فوراً اوپر پہنچا۔ کچھ نوکر بھی آواز سن کر بیدار ہو گئے۔ اور جلد جلد کپڑے پہن کر اس طرف کو دوڑے۔ کیونکہ ارل کے آجانے پر بھی مسٹر سلیٹر ایک ہاتھ سے نوکر کے ہاتھ پکڑے۔ دوسرے سے برابر گھنٹی بجائے جاتا تھا۔ گھنٹی کی آواز ایتھل نے بھی سنی اور جان گئی کہ یہ میک پیس کے خلاف تکمیل شہادت کا نشان ہے۔

جب ایڈولفس کمرہ میں داخل ہوا تو قاتل دونو ہاتھوں سے منہ چھپائے درد سے کراہتا اور سسکیاں لے لے کر روتا تھا۔

"کر لیا! اس نے اقبال جرم کر لیا!" مسٹر سلیٹر نے جواب تک گھنٹی بجائے جاتا تھا چلا کر کہا "گھر میں ہر شخص کو بیدار کر دو سب کو معلوم ہو جائے کہ قاتل پکڑا گیا ہے۔"

"رحم! رحم!" میک پیس نے گڑگڑا کر کہا۔ شاید وہ سمجھتا تھا۔ میری التجا پر یہ لوگ اب بھی مجھے رہا کر دیں گے۔

"اس بدمعاش نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا" سلیٹر نے پھر کہا۔ "خدا نے اپنی حکمت سے اسے مجرم ثابت کر دیا ہے۔ بدنصیب کیا نہیں جانتا تھا کہ تو نیند کی حالت میں آوارہ پھر رہا ہے؟"

"افسوس! نہیں" میک پیس نے خوف کی حالت میں کراہتے ہوئے کہا۔

"تجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ میں سوتے میں اٹھ کر چلنے لگتا ہوں۔ اور کوئی زبردست غیبی ہاتھ بے اختیار تجھے اس مقام کی طرف لے جاتا تھا۔ جہاں تو نے ارتکاب جرم کیا تھا۔" وکیل نے کہا

"خدا شاہد ہے مجھے معلوم نہ تھا۔" میک پیس نے کانپتے ہوئے کہا۔

"اور دسیاہ۔ خدا کی قسم مت کھا۔" سلیٹر نے چلا کر کہا۔ "تو قاتل ہے۔ تیرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ خدائے پاک کے نام کی بے حرمتی کا باعث ہیں۔۔۔"

اتنے میں کچھ اور نوکر کمرہ میں آ گئے۔ نظارہ جو انہوں نے دیکھا سب حال ظاہر کر رہا تھا۔ میک پیس اب تک دو زانو بیٹھا خوفزدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا تھا۔ سلیٹر نے اب تک اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی تھی۔ اور ایڈ ولفس سینہ پر بازو لپیٹے پلنگ کے استادہ کے ساتھ کھڑا اس کی طرف نفرت اور حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ ان حالات پر مستزاد یہ کہ واقعہ اسی کمرہ میں ہوا۔ جہاں جرم قتل کا ارتکاب کیا گیا تھا۔

جب بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ تو مسٹر سلیٹر نے گھنٹی بجانا بند کر دیا۔ اور جوش ضبط کرنے کی کوشش کر کے کہنے لگا۔ "اس نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے۔ اور اب یقیناً انکار نہ کرے گا۔ لیکن کرے بھی تو کیا ہوتا ہے۔ تم لوگ اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ اس کے چہرہ پر قاتل کا لفظ خونی حرفوں میں لکھا ہوا نظر آتا ہے۔"

سب لوگ کانپتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ قاتل کو دیکھ کر ان کی حالت اس شخص کی طرح تھی۔ جو سانپ کو کنڈلی مارے دیکھ کر اس کے سرد چپچپے بدن کو چھونے کے بغیر ہی سہما جاتا ہے۔ خود قاتل پر خوف و اضطراب۔ اذیت و پریشانی کے جو آثار نمودار تھے۔ قلم ان کی تفصیل سے عاجز ہے۔

مسٹر سلیٹر فطرتاً صاحب استقلال اور جب اس کمرہ میں آیا تو ہر لحاظ سے ساکن و صامت تھا۔ مگر اب وہ بھی مضطرب ہو گیا۔ گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔ "بدبخت کیا نہیں

جانتا تھا کہ تجھ ایسے سیاہ کار مجرم کو کبھی اطمینان کی نیند نہیں آسکتی ایسے آدمی بسا اوقات خواب میں خود ہی اپنے خلاف ثبوت مہیا کر دیتے ہیں۔" حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے "یہ شخص اسی طرح دبے پاؤں اندر آیا تھا جیسے اس روز آیا ہوگا۔ جب اس نے ارل کو قتل کیا۔۔۔"

"اور کل رات بھی تو اسی طرح آیا تھا۔" ایڈولفس نے وہ نظارہ یاد کر کے کانپتے ہوئے کہا۔

"آہ! کل رات" میک پیس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اب ایک لمحہ میں اپنی گذشتہ اور موجودہ حالت کو سمجھ کر اسے یقین ہو گیا کہ میرے خلاف ثبوت مکمل ہو چکا۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہیں۔

"کیا کہہ رہا ہے!" مسٹر سلیٹر نے اس کے الفاظ نہ سمجھ کر پوچھا۔ اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر جوش کی حالت میں کہنے لگا "یہ آدمی دبے پاؤں اس پلنگ کے پاس آیا۔ اور اس طرح ٹٹولنے لگا۔ گویا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سونے والا کہاں لیٹا ہوا ہے۔ پھر اپنا ہاتھ میرے گلے پر اس طرح پھیرا۔۔۔"

جتنے نوکر جمع تھے۔ سب کے منہ سے خوف و ہراس کی آوازیں نکلیں۔ اور میک پیس خود بھی درد سے کراہنے لگا۔ اب اس کے لئے انکار کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔

"میرے خیال میں وہ پتھر کی صراحی۔۔۔" مسٹر سلیٹر نے کہنا شروع کیا۔

"جس میں وہ مہریں بھری ہوئی تھیں۔ جن کی خاطر جرم کیا گیا۔" ایڈولفس نے کہا میک پیس نے پہلے وکیل پھر نئے ارل کے چہرہ کی طرف نظر حیرت سے دیکھا۔ نہ اس لئے کہ نئی دریافت سے اپنی حالت ابتر ہونے کا احتمال تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اب معلوم ہو گیا میرے خلاف ہر قسم کی شہادتیں کس تیزی رفتار سے جمع ہوتی جا رہی ہیں۔ ایک وار سے سنبھلنے نہیں پاتا۔ کہ دوسرا ہو جاتا ہے۔

"تم لوگ اسے مضبوط پکڑے رہو۔" مسٹر سلیٹر نے نوکروں کو حکم دیا۔ "اور آپ مائی لارڈ" اس نے ایڈولفس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس کے نگراں رہیے۔ یا بہتر ہو پولیس کی آمد تک اسے کسی محفوظ مقام میں بند کر دیا جائے۔ دو آدمی میرے ساتھ آؤ۔ کہ ہم اس کے کمرہ کی تلاشی لیں اور ایک جا کر تھانہ میں اطلاع دے۔" پھر جب دو نوکر ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ تو ان سے اس نے کہا "مجھے معلوم نہیں اس کا کمرہ کہاں ہے۔ تم میں سے ایک آدمی آگے ہو جائے تو اچھا ہے۔"

تینوں ایک ساتھ کمرہ سے رخصت ہوئے اور ایڈولفس چھ سات نوکروں کے ساتھ میک پیس کی نگرانی کا فرض ادا کرنے لگا۔ ایک آدمی پولیس کو خبر دینے چلا گیا۔ میک پیس اس وقت دوزانو بیٹھا تھا۔ کیونکہ جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں، گو ہمیں ان واقعات کی تفصیل میں بہت سا وقت صرف کرنا پڑا ہے، تاہم عملی طور پر یہ سب کچھ چند ہی منٹ کے عرصہ میں ہو گیا تھا۔ مگر وکیل اور اس کے ساتھی نوکروں کے چلے جانے پر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ارل آف لیسلز سے کچھ کہنے کا اشارہ کیا۔

مگر ارل نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔ "جو کچھ تمہیں کہنا ہو۔ بلند آواز سے سب کے سامنے کہو۔ میں تم سے علیحدہ گفتگو نہ کروں گا" یہ الفاظ اس نے نمائش کے لئے بہت سخت لہجہ میں کہے تھے۔ مگر دل کانپ رہا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو یہ اس موقعہ پر ایتھل سے میرے ناجائز تعلق کا اعلان کر کے ہماری آبرو خاک کر دے۔

میک پیس نے اب رفتہ رفتہ اوسان بحال کر لئے تھے۔ گو وہ اگلی بیباکی پھر بھی پیدا نہ ہو سکی۔ اس کی موجودہ حالت اس سانپ کی طرح تھی جسے کچلنے کو انصاف کی ایڑی تیار ہو۔ اور وہ اپنے اندر زہر رکھتا ہوا بھی اس سے کام لینے سے عاجز ہے۔ مصنوعی متانت سے کہنے لگا۔ "میں درخواست کرتا ہوں ایک لمحہ کے لئے علیحدہ گفتگو کی اجازت دیجئے۔"

ایڈولفس تھوڑی دیر اس شش و پنج میں رہا۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ مگر فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ نتیجہ خواہ کچھ ہو۔ میری عزت یا ایتھل کی آبرو رہے نہ رہے ... کیونکہ دنیا اب تک اسے متوفی ارل کا بیٹا ہی سمجھتی تھی۔ اور اس حیثیت میں سوتیلی ماں سے ناجائز تعلق کا راز منکشف ہونے پر جیسی کچھ بدنامی ہو سکتی تھی وہ ظاہر تھا۔ پھر بھی سب پہلوؤں کو سوچ کر اس نے یہی بہتر جانا کہ ایک قاتل سے خفیہ گفتگو یا کسی معاہدہ کی کوشش میری شان سے بعید ہے

پس کامل استقلال سے کہنے لگا۔ "نہیں۔ میں تم سے علیحدگی میں کوئی گفتگو نہ کروں گا۔"

"دیکھئے میں پھر عرض کرتا ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے اُسے ایک کونے میں سُن لیجئے۔" میک پیس نے جو ارل کے کمزور ارادہ سے واقف ہو گیا تھا۔ فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ "نہیں تو ان لوگوں کو چند منٹ کے لئے پاس والے کمرہ میں بھیج دیجئے ..."

"ہم چلے جائیں اور سرکار کو تمہارے پاس تنہا چھوڑ دیں!" کئی آدمیوں نے یکزبان ہو کر

کہا۔ اور ان کے چہروں پر خوف و نفرت کا اظہار ہونے لگا۔ "نہیں! نہیں! کیا عجب بڑی سرکار کی طرح تم ان کے دشمنوں پر بھی وار کرو۔"

اس طعن سے میک پیس کا چہرہ لٹھے کی طرح سپید ہو گیا۔ مگر جلدی ہی اوسان بحال کر کے کہنے لگا۔ "تمہاری سرکار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے علیحدہ گفتگو میں خود ان کا فائدہ ہے۔ ورنہ مجھے تمہارے سامنے سب حال کہنے سے بھی انکار نہیں۔"

ان الفاظ کو سن کر جن کا مطلب سمجھنا ذرا بھی دشوار نہ تھا اور جو اپنے اندر صریح دھمکی کا اثر رکھتے تھے ایڈولفس کا پائے استقلال ڈگمگانے کی بجائے زیادہ مضبوط ہوا۔ کہنے لگا۔ "یہاں پر میرا فرض فقط تمہاری حفاظت کرنا ہے۔ خفیہ سمجھوتہ میرا کام نہیں۔ بدنصیب تجھے لازم ہے اس وقت آخر میں اپنی حالت کو غور سے دیکھ کر اپنے افعال پر توبہ کرنے"

"بس رہنے دو۔" میک پیس نے بڑھتی ہوئی دلیری کے ساتھ کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ اب میرا انجام قریب ہے۔ یا مجھے پھانسی پر لٹکنا ہوگا۔ یا . . . مگر اس بحث سے کچھ حاصل نہیں میری زندگی بہرحال قریب الختم ہے۔ موت بہت جلد مجھے آغوش میں لے لے گی۔ مگر یاد رکھو۔ تم سے بدلہ لئے بغیر میں بھی جان نہ دوں گا۔ ہائی لارڈ کان کھول کر سنو۔ میں ان سب آدمیوں کے سامنے علانیہ کہتا ہوں . . ."

"چپ شیطان!" ایڈولفس نے جوش سے قطع کلام کر کے کہا۔ مگر اس سے نوکر اور بھی حیرت و شک کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"تم کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے۔" میک پیس نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا۔ "میں سب حال کہنے پر تلا ہوا ہوں۔ اور کہوں گا۔ لوگو سنو اور گواہ رہو۔ اس شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے . . ."

ایڈولفس لڑکھڑا گیا۔ دم رک کر ہونٹ پھڑکنے لگے۔ اور چہرہ نے لاش کی زردی اختیار کر لی۔ اس سے نوکروں کو شک ہوا کہ میک پیس کا لگایا ہوا الزام ضرور سنگین ہوگا۔

"اس شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے ناجائز تعلق رکھا۔" میک پیس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور یہی وجہ تھی کہ بیگم اپنے شوہر سے جدا نچلے کمرہ میں رہا کرتی تھیں . . ."

ایڈولفس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اس کے لئے انکار کی کوئی صورت نہ تھی اور گو یہ کہکر کہ نہ متوفی ارل میرے والد تھے نہ میں ان کی اولاد ہوں وہ اپنے گناہ کی سنگینی

کم کر سکتا تھا۔ مگر شاہی اس انکشاف سے ورثہ کی دولت اور ریاست ہاتھ سے نکلتی تھی۔ اس اعلان کی صورت میں اسے فوراً رتبہ امارت سے جدا اور متوفی ارل کی جائداد سے محروم ہونا پڑتا۔ یہ خیالات ایک ثانیہ میں اس کے دماغ سے گذرے۔ مگر اس عرصۂ قلیل کی خاموشی نے نوکروں کو میک پیس کے بیان کا اور زیادہ یقین دلا دیا۔ کیونکہ گو اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ محض ایک قاتل کے الفاظ تھے جن پر بآسانی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس صورت میں ارل کی بھیانک آنکھیں۔ کانپتا ہوا جسم اور سہمی ہوئی صورت ذریعہ تصدیق تھی۔ علاوہ بریں اس انکشاف پر نوکروں کو کئی اور خفیف واقعات جو بیشتر نظر انداز ہو چکے تھے۔ یاد آ گئے۔ اور سب نے مل کر بدنصیب امیر کے خلاف زبردست قرائنی شہادت پیدا کر دی۔

میک پیس ارل کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فاتحانہ لہجہ میں کہنے لگا "دیکھ لو۔ میں جھوٹ نہیں کہتا۔ میرے بیان کی صحت اس کے چہرہ پر ظاہر ہے۔ اب پھانسی پر لٹکتے وقت مجھے یہ سوچ کر اطمینان ہوگا کہ گو تم نے مجھے دس ہزار پونڈ کی رشوت اور بیگم نے ایک رات کے وعدہ وصل کے لئے دھوکا دیا۔ مگر میں نے بھی دم آخر میں بدلہ لے لیا۔ میں تو جیتا نہ رہونگا مگر چین کی زندگی تم بھی نہ گذارو گے۔"

اس وقت مسٹر سلیٹر انہی دو نوکروں کے ساتھ جنہیں ساتھ لے کر وہ میک پیس کے کمرہ میں گیا تھا۔ واپس آ گیا۔ نوکروں میں سے ایک کے ہاتھ میں پتھر کی صراحی تھی جس میں بھرے ہوئے طلائی سکوں کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔

"دیکھو یہ اس کے کمرہ میں بکس کے اندر پائی گئی ہے۔" وکیل نے حاضرین سے کہا "ہم نے بکس توڑا۔ تو یہ برآمد ہوئی۔"

اسے دیکھ کر میک پیس نے کہا "اب میرے لئے انکار کی رہی سہی صورت بھی مٹ گئی لیکن یہ لوگ بھی میری طرح صاف گوئی پر آمادہ ہوں۔ تو دنیا دیکھ لے کہ اس گھر میں قتل اور چوری ہی نہیں۔ سینہ زوری بھی ہوئی ہے۔"

"چپ بدمعاش!" سلیٹر نے کڑک کر کہا "ان تہمتوں سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔۔۔ لو۔ پولیس بھی آ گئی۔"

اس وقت پولیس کا سارجنٹ اور دو سپاہی اس نوکر کے ساتھ جو انہیں بلانے گیا تھا کمرہ میں داخل ہوئے۔ اور میک پیس کو ان کے حوالہ کر دیا گیا۔ وہ چونکہ حالت خواب میں

چلتا ہوا آیا تھا۔ اس لئے بدن پوری طرح ڈھکا ہوا نہ تھا۔ اس کے باقی پارچات وہیں لاکر پہنائے گئے۔ جس کے بعد ہتھکڑی لگانے کی کارروائی عمل میں آئی۔ ایک لمحہ کے لئے میک پیس کا چہرہ اور بھی زرد ہو گیا۔ مگر فوراً اوسان بحال کر کے اس نے وہی بے باک لہجہ برقرار رکھتے ہوئے ایتھل اور ایڈولفس کے ناجائز عشق کی داستان پھر ایک بار بیان کی۔ جن لوگوں نے یہ ذکر پہلے نہ سنا تھا وہ بہت حیران و متعجب ہوئے۔ ہر شخص کے چہرہ سے حیرت و نفرت ظاہر ہونے لگی۔ ارل نے ذلت و ندامت سے منہ پھیر لیا۔ اسی حالت میں پولیس کے آدمی میک پیس کو حراست میں لئے اس کمرہ سے رخصت ہوئے۔

باب - ۸۱

داستانِ جرم

تھانہ کی تنگ و تاریک کوٹھری میں میک پیس تنہا بیٹھا ہے۔ اور اس کے بخت سیاہ کی طرح ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ رات حابس اور گرم ہے۔ مگر اسے اتنی سردی محسوس ہوتی ہے کہ خون ہڈیوں کے اندر منجمد ہوا جاتا ہے۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے ہاتھ ماضی کا ہر ایک واقعہ اور عہد حاضر کا ہر ایک خیال اسکی خطرناک حالت کو پوری عریانی میں پیش کرتا ہے۔ وہ بے باکی اور دلیری جس سے کام لے کر اس نے ایڈولفس اور ایتھل کے ناجائز تعلق کا راز منکشف کیا تھا رخصت ہو چکی ہے۔ اور وہ افسردہ و پژمردہ ملول و محزون چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا ہے۔ آنسوؤں کے قطرے یکے بعد دیگرے رخسار پر بہ کر فرش زمین پر گر رہے ہیں۔ اور کبھی کبھی منہ سے آہ سرد بھی نکل جاتی ہے۔

رفتہ رفتہ خیالات میں حدت پیدا ہوئی۔ وہیں حوالات کی تاریکی میں ایک دھندلی صورت... خوفناک اور خون آلود۔ الف لیلہ کے جن کی طرح نمودار ہوئی۔ جس نے بتدریج واضح ہو کر مقتول ارل آف لیسلز کی صورت اختیار کی۔ میک پیس سہمی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ خون کی گردش تھم گئی۔ پیشانی عرق سرد سے تر ہو گئی۔ دانت سے دانت بجنے لگے۔ اور انجام کار اس ہولناک صورت کی تاب دید نہ رکھتے ہوئے جو اس کے اپنے تخیل نے پیدا کی تھی منہ سے بے اختیار جگر دوز چیخ نکلی۔

اتنے میں کوٹھری کا بھاری دروازہ کھلا۔ لالٹین کی روشنی داخل ہوئی۔ اور پہرہ دار سپاہی نے کڑی آواز سے پوچھا "کیوں کیا ہے؟"

"خدا کے لیے مجھے تنہا نہ رہنے دو۔ یا کم از کم روشنی کا ہی انتظام کر دو۔" میک پیس نے دردناک لہجہ میں کہا "حوالات کی تاریکی بہت ڈراونی ہے ... یا ٹھیرو کسی طرح مسٹر سلیٹر کو بلوا دو میں ان سے سب حال کہنا چاہتا ہوں۔ اس سے امید ہے میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔"

سپاہی کوئی رحم دل آدمی تھا۔ ہمدردی سے کہنے لگا "بہت اچھا میں ان کو بلوا دیتا ہوں یہ لالٹین اپنے کمرہ میں رہنے دو میں کسی آدمی کو مسٹر سلیٹر کے پاس بھیجکر ابھی آتا ہوں پھر کہو گے تو میں تمہارے پاس ٹھیر جاؤں گا۔"

اس نے باہر جاکر مسٹر سلیٹر کو پیغام بھیجا۔ وہ سو رہا تھا۔ مگر خبر پاتے ہی فوراً اٹھا اور کپڑے پہن کر قاصد کے ہمراہ تھانہ چلا آیا۔ یہاں اسے حوالات میں قاتل کے پاس پہنچا دیا گیا جس کے بعد اس سپاہی نے جو اب تک میک پیس کے پاس ٹھیرا ہوا تھا کہا "میں یہیں ٹھیروں یا آپ لوگ تنہا گفتگو کریں گے؟"

"نہیں تم جاؤ۔" میک پیس نے جواب دیا۔ اور اس وقت وکیل کو اس کی آواز بہت بھیانک معلوم ہوئی۔

"ذرا ٹھیرو۔" وکیل نے کہا "تم نے جو پیغام بھیجا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھ سے اپنے جرم کا اقبال کیا چاہتے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

"ہاں" میک پیس نے مری ہوئی آواز سے جواب دیا۔

"مگر اس اقبال کی کوئی وجہ ضرور ہوگی" مسٹر سلیٹر نے کہا "کیا اس ذریعہ سے اپنے جرم و گناہ کی تلافی منظور ہے؟ گو ظاہر ہے کہ یہ تلافی بہت حقیر ہوگی۔ یا کوئی ایسا راز ہے جسے تم مجھ سے ظاہر کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ راز کچھ نہیں" میک پیس نے جواب دیا "میں فقط اس واردات کی تفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس صورت میں غالباً تمہیں اپنا بیان لکھوانے پر اعتراض نہ ہوگا؟"

"بالکل نہیں" قاتل نے جواب دیا۔ اور اس کی آواز اس گونج کی طرح معلوم ہوئی جو کسی گرجا کے عمیق اور سرد تہ خانہ کی تاریکی میں سنائی دے۔

"میری رائے میں بہتر ہے تمہارا بیان دو شخصوں کے روبرو ہو۔" وکیل نے کہا۔ "اور چونکہ تمہیں سب حال کہنے میں عذر نہیں۔ اس لئے اس پر بھی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔"

"اس کا فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔" میک پیس نے آہستہ سے کہا۔ "ہر چند میں اپنے جرم کا اعتراف کر چکا ہوں۔ تاہم اس کے مفصل حالات اب تک آپ کو معلوم نہیں ہوئے۔ فقط اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے میں انہیں آپکے روبرو بیان کیا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو قلم دوات لے آؤ۔" مسٹر سلیٹر نے سپاہی کو حکم دیا۔ "اس کے بعد یہیں ٹھیرنا اس بیان کی تصدیق کے لئے تمہاری ضرورت ہوگی۔"

سپاہی چلا گیا۔ اور اس کی واپسی تک کوٹھڑی میں خاموشی رہی۔ میک پیس گردن جھکائے حزن وملال کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اور لالٹین کی روشنی اس کے خشک مرجھائے ہوئے چہرہ کی حسرت کو نمایاں کرتی تھی۔ تھوڑی دیر میں سپاہی قلم دوات لے کر واپس آگیا۔ لیکن میک پیس اس کے آجانے پر بھی کچھ عرصہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ آخرکار وہ بولا۔ اس وقت رات کے سناٹے میں اس کی آواز زیادہ کھوکھلی اور خوفناک معلوم ہوتی تھی۔

کہنے لگا۔ "میں ابتدائی حالات چھوڑ کر اسی رات کا حال کہتا ہوں جب واردات ہوئی۔ کچھ دن پہلے بڑی سرکار اور بیگم صاحبہ کمروں میں سویا کرتے تھے۔ سوتے وقت میں ہی ان کا لباس بدلواتا تھا۔ شب مذکور آرام کرنے لگے تو میں اُن کے پاس تھا۔ جہاں تک یاد ہے اس وقت گیارہ بجے تھے۔ میں نے دیکھا وہ کچھ کہنا چاہتے اور پھر رُک جاتے تھے۔ آخرکار تامل رفع کرکے فرمایا۔ سنو میک پیس عنقریب ہمارے گھر شادی ہوگی۔ جس کے لئے چند دن بہت مصروفیت رہے گی۔ میں چپ رہا تو کہنے لگے سب کام اطمینان سے طے ہو رہا ہے۔ عنقریب لارڈ آسمنڈ کی شادی مس ولسنٹ سے ہوگی۔ اس سلسلہ میں کئی انتظامات کا ذکر کرنے کے بعد جو شادی کے متعلق زیر غور تھے۔ ان تحائف کا حال بیان کرتے ہوئے جو اس تقریب پر وہ مس ولسنٹ کو پیش کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا۔ میک پیس شادی سے پہلی رات کو ہم ساری چیزیں اسابیلا کے کمرہ لباس کی میز پر رکھوا دیں گے۔ اسے چونکہ پہلے سے کچھ حال معلوم نہ ہوگا اس لئے ان چیزوں کو دیکھ کر بہت متعجب ہوگی۔ میرا ارادہ اس کے لئے چند الماس اور متفرق زیورات خریدنے کا ہے۔ میں ان سب کو ایک خوشنما ڈبہ میں بند کرکے اس کے کمرہ میں رکھوا دوں گا۔ بیگم صاحب جیسا ان کی مرضی ہوگی کریں گی۔ مگر سب سے نادر تحفہ جو میں پیش

کرنا چاہتا ہوں۔ وہ چینی کی ایک صراحی ہے جسے نئے سکّہ کی چمکیلی مہروں سے پُر کر کے میز کے وسط میں رکھا جائے گا۔ میرا خیال ہے اس برتن میں دو ہزار مہریں آجائیں گی۔ اور یہ تحفہ نہ صرف نیا بلکہ نہایت مسرت بخش ہوگا۔ اس پر میں نے کہا۔ ممکن ہے نئی مہروں کو اتنی بڑی تعداد میں جمع کرنا دشوار ہو۔ مگر وہ ہنس کر کہنے لگے۔ میں نے جب سے لارڈ آسمنڈ کی مس ونسنٹ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے تبھی سے ایسی مہریں جمع کر رہا ہوں۔ ارل کے کمرہ میں جتنی الماریاں تھیں ان میں سے ایک کے سوا سب کا حال مجھے معلوم تھا۔ مگر اس ایک کی کنجی وہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ اب وہ کنجی مجھے دے کر انہوں نے وہ خاص الماری کھولنے کے لئے کہا میں نے الماری کھولی۔ اس میں چینی کا ایک برتن جس کا منہ کاغذ سے ڈھکا ہوا تھا۔ نظر آیا میں نے پہلی نظر میں اس کو اچاری یا مرتبان سمجھا۔ مگر جب ارل نے کاغذ اٹھا کر اس کا منہ ننگا کیا تو میں نے دیکھا اس میں بے شمار نئی اور چمکدار مہریں بھری ہوئی ہیں۔ انہوں نے مٹھی بھر مہریں پلنگ پر پھیلا دیں۔ بس ان کی چمک دیکھتے ہی میرا جی لہرانے لگا۔ شیطان نے کہا یہ مال آسانی سے تیرے قبضہ میں آسکتا ہے۔ ہائے اس منحوس ساعت کا بُرا ہو۔ جب میں نے ان مہروں کو دیکھا۔ کیونکہ وہی بستر جس پر انہیں رکھا گیا تھا۔ ارل کے خون سے تر ہوا۔"

اتنی داستان بیان کر کے جیسے مسٹر سلیٹر برابر ایک کاغذ پر لکھتا گیا تھا۔ میک پیس چپ ہو گیا۔ ایک لمحہ وہ اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے ڈھک کر بیٹھا رہا۔ پھر سابق کی طرح کھوکھلی آواز میں اپنی رنجدہ داستان کو جاری رکھ کر کہنے لگا:۔

"ارل نے بیان کیا اس تن میں ۱۸۰۰ مہریں جمع ہیں۔ معلوم ہوا وہ پچھلے دنوں جتنا روپیہ خانگی اخراجات کیلئے بنک سے منگاتے۔ اس میں سے نئی مہریں چن کر الگ کر لیتے تھے۔ کہنے لگے۔ اب صرف دو سو مہروں کی کمی ہے جنہیں میں کل ہی بنک سے وصول کر لاؤں گا۔ اس سے دو ہزار کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر اور گفتگو ہوتی رہی جس کے بعد انہوں نے مجھے رخصت کر دیا مگر اپنے کمرہ میں پہنچ کر وہ تحریص جس کا پہلا اثر ارل کی خوابگاہ میں ہوا تھا۔ غالب ہوئی میں نے اسکو دبانے کی بہت کوشش کی۔ مگر شیطان رہ رہ کر بے شمار دلیلیں پیش کرتا تھا کوئی آواز بار بار میرے کانوں میں کہہ رہی تھی کہ اس روپیہ کا گھر میں کسی کو علم نہیں۔ اس لئے اگر تم اسی کو حاصل کرنا کافی سمجھو۔ نہ ان کے بٹوہ کو چھیڑو اور نہ ان کے زیور رات کو تو یقیناً ہر قسم کے شک وشبہ سے بچے رہو گے۔ گھر میں کئی آدمی رہتے ہیں۔ پس لازم نہیں کہ تمہیں پر قتل کا شبہ ہو

صرف تھوڑی سی احتیاط درکار ہے۔ اس میں شک نہیں وہ آجکل تم پر بہت مہربان ہیں۔ مگر آدمی کی طبیعت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ کسے معلوم کب تم کو موقوف کر دیں۔ اور تم بے یار و مددگار رہ جاؤ۔ ایک معقول رقم رسائی میں ہے۔ خبردار اسے ہاتھ سے مت دینا۔ ورنہ پچتاؤ گے۔ یہ اور اس قسم کی صدہا دلیلیں تھیں جنہیں شیطان اور اس کے فرشتے پیش کر رہے تھے۔ اور میں انہیں سننے پر مجبور تھا۔ مگر داستان کے اس حصہ کو طول دینا بے کار ہے۔ مختصر یہ کہ تحریص غالب ہوئی۔ میں پہلے چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔ مگر فوراً ہی اُٹھا اور چند ایک کپڑے پہن لئے۔ بس اتنے ہی کپڑے جو اس وقت میرے بدن پر تھے۔ جب میں حالت خواب میں اپنی حرکت سے بے خبر اس وقت ارل کی خوابگاہ میں پہنچا۔ جب آپ نے مجھے گرفتار کیا۔۔۔"

تھوڑی دیر پھر سکوت رہا۔ مگر یہ وقفہ پہلے کی نسبت قلیل تھا۔ اس کے بعد اس نے داستان کو اس طرح جاری رکھا:۔

"مکان کے ہر حصہ میں خاموشی تھی۔ میں دبے پاؤں زینے سے اُترا۔ اور زیرین منزل میں پہنچ کر چھری حاصل کی۔ پھر اسے اپنے ہاتھ سے تیز کیا۔۔۔"

وکیل اور سپاہی اس ہولناک تفصیل کو سن کر کانپ گئے۔ میک پیس نے ان کی حالت دیکھی۔ تو اس کا اپنا بدن بھی کانپنے لگا۔ اب اس کی آنکھوں میں ایک عجیب روشنی چمک رہی تھی۔

سلسلہ داستان جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "آپ کو اس تفصیل سے ضرور صدمہ ہوا ہوگا۔ ایسا ہونا قدرتی ہے۔ میں خود اس وقت کو یاد کر کے کانپ جاتا ہوں۔ اے کاش عہد ماضی کو واپس لانے کی کوئی صورت ہوتی۔ اے کاش گناہ کا داغ پشیمانی سے دھل سکتا۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہو سکتا۔" پھر یہ دیکھ کر کہ مسٹر سلیٹر نے ان باتوں کو غیر ضروری سمجھ کر قلم اُٹھایا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ "اس تیز چھری کو ہاتھ میں لئے میں پھر زینہ پر چڑھنے لگا۔ ہر چند اس وقت تک ارتکاب جرم نہ ہوا تھا۔ مگر میں اس وقت بھی اپنے آپ کو قاتل سمجھتا تھا۔ دیوار پر اپنے ہی سایہ سے ڈرنا۔ خفیف سی آواز سے چونک جانا۔ یہ گنہگار ضمیر کی علامت نہیں تو کیا ہے؟ دو بار چھری ہاتھ سے رکھ دی۔ اور اپنے ارادہ سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہوا۔ مگر شیطان کا اثر قائم تھا۔ اس کے الفاظ برابر کانوں میں آ

رہے تھے۔ اس کا چوڑا ہاتھ دو ہزار چمکیلی لہروں سے پُر میرے سامنے تھا۔ جی کڑا کر کے زینہ پر چڑھ گیا۔ کمرہ لباس کے دروازہ کو آہستہ سے کھولا۔ اور ارل کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ ان کی عادت تھی۔ رات کو اندھیرے میں سوتے تھے۔ کہتے تھے۔ روشنی مجھے سونے نہیں دیتی اس ڈر سے کہ روشنی میں بیدار نہ ہو جائیں۔ شمع ساتھ نہ لے جا سکا۔ اسے باہر کے کمرہ میں ہی رکھ دیا۔ داخل ہونے سے پہلے میں نے بیچ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کان لگا کر سن لیا تھا مگر سانس کی آواز سے معلوم ہوا کہ محو خواب ہیں۔ پس بڑے استقلال سے اندر چلا گیا۔ اور دروازہ جس میں خود بخود بند ہونے کی کل لگی ہوئی تھی۔ بے آواز بند ہو گیا۔ چاند کی مدھم روشنی کمرہ میں داخل ہو رہی تھی۔ میں ننگے پاؤں پلنگ کے پاس پہنچا۔ ارل محو خواب اور مسہری کے پردوں میں چھپے ہوئے تھے۔ میں نے بائیں ہاتھ سے یہ جاننے کی کوشش کی۔ کہ ان کا سر کدھر ہے۔ اور سیدھے کوجس میں چھری تھی۔ احتیاط سے ان کے گلے پر رکھ دیا ارل نے ذرا سی حرکت کی۔ مگر ایک ثانیہ میں کام تمام ہو گیا۔۔۔"

سپاہی اور وکیل ایک بار پھر کانپے اور میک پیس بھی لرزہ براندام ہوا۔ اس نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دونوں طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا:۔

"میری داستان ختم ہے۔ ارل کو قتل کر کے میں نے مہروں کا بھرا ہوا برتن اٹھا لیا مگر اور کسی چیز کو نہیں چھیڑا۔ اسی طرح دبے پاؤں زینہ سے اترا۔ اور چھری کو اچھی طرح مانجھ کر شاگرد پیشے میں کھانے کی میز پر چند جھوٹے برتنوں کے ساتھ رکھ دیا۔ اس سے فارغ ہو کر مکان سے باہر گیا۔ اور مہروں کے برتن کو باغ میں دفن کر کے وہیں اپنی خون آلودہ قمیص کو بھی دبا دیا۔ پھر اس کا اطمینان کر کے کہ میرے جرم کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اپنے کمرہ میں پہنچا۔ آپ کو حیرت ہو گی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ وہاں جا کر میں بڑے آرام کے ساتھ سو دیا۔ صبح آنکھ کھلی۔ تو دل میں کسی طرح کا اضطراب نہ تھا۔ اس لئے کسی کو مجھ پر شک نہ ہوا جس طرح معمولاً صبح کو ارل کے کمرہ میں جاتا تھا۔ اسی طرح گیا۔ اور وہاں جا کر خون۔ خون کا شور مچا دیا۔ باقی حال آپ کو معلوم ہی ہے۔۔۔"

اتنا کہہ کر میک پیس چپ ہو گیا۔ اور مسٹر سلیٹر نے سنجیدہ آواز سے کہا۔ "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ تمہارے اس بیان کو اس مجسٹریٹ کے پیش کیا جائے گا۔ جس کی عدالت میں صبح تمہارا مقدمہ پیش ہونا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میک پیس نے آہستہ سے کہا۔ "بہر حال آپ سے سارا حال کہہ کر میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اور اب امید نہیں کہ اندھیرے میں پھر اگلا خوف محسوس ہو گا۔"

وکیل اور سپاہی اس کام سے فارغ ہو کر رخصت ہوئے اور دونوں نے دفتر میں جا کر تصدیق کے طور پر شہادت ثبت کی۔

چونکہ حوالات میں خطرناک ملزموں کی خاص طور پر نگرانی کی جاتی ہے۔ اس لئے کوئی ایک گھنٹہ بعد جب پولیس کا سپاہی لالٹین لیکر یہ دیکھنے کوٹھڑی میں داخل ہوا کہ ملزم کیا کر رہا ہے تو ایک کونے میں جو بھیانک نظارہ اس کو دکھائی دیا۔ اس سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ملزم لیٹا ہوا۔ مگر اس کا سر فرش زمین سے قریباً ایک فٹ اونچا اور پیچھے کی طرف لٹکا ہوا ہے۔ غور سے دیکھنے پر سب حال معلوم ہو گیا۔ حوالات کے چوبی تخت میں جو چارپائی اور سٹول دونوں کا کام دیتا تھا۔ دو چھوٹے چھوٹے سوراخ ایک دوسرے کے پاس بنے ہوئے تھے۔ ان سوراخوں میں بدنصیب میک پیس نے گلوبند کا ایک سرا باندھا اور دوسرے کا پھندا بنا کر گردن میں ڈال لیا۔ اس طرح اس نے حوالات میں جان دی۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ جس وقت اس نے مسٹر سلیٹر کو بیان لکھوایا تبھی اس کا ارادہ خودکشی کا تھا یا بعد میں خیالات نے پلٹا کھایا۔ گمان غالب یہ ہے کہ جب دوبارہ کمرہ میں اندھیرا ہو گیا۔ تو اچانک اس کے دماغ میں فتور پیدا ہوا۔ اور اس نے اسی حالت میں اپنی جان ضائع کی

باب ۔ ۱۴

کفارہ عظیم

اب آئیے کونٹس آف لیسلز کا حال معلوم کریں۔

جس وقت ایڈولفس مسٹر سلیٹر کو لائبریری سے اس کمرہ میں لے گیا۔ جہاں سابق ارل آف لیسلز کو قتل کیا گیا۔ اور قاتل کا سراغ نہایت عجیب طریقہ پر ملا تھا۔ تو ایتھل اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ یہ بات طے کر لی گئی تھی۔ کہ اگر مسٹر سلیٹر کو قاتل کی گرفتاری میں کامیابی ہو گئی۔ تو وہ بڑے زور سے گھنٹی بجانے لگیگا۔ اس کے معنی یہ ہونگے کہ قاتل پکڑا گیا۔ اور گھر کے ہر آدمی کو موقعہ پر پہنچنا چاہیئے۔

خوابگاہ میں جاکر کونٹس آف لیسلز نے کپڑے نہیں اُتارے۔ کیونکہ نیند کی مطلق رغبت نہ تھی۔ دل میں کئی طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ اور وہ مسٹر سلیٹر کی کوشش کا نتیجہ معلوم کرنے کو بے قرار تھی۔ کیونکہ جب تک قاتل کے خلاف مکمل ثبوت حاصل نہ ہو جائے کسی طرح کی کارروائی عمل میں لانا غیر ممکن تھا۔ اس نے طبیعت کو سکون دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر دل و دماغ میں ایک عجیب دھڑکن پیدا ہو چکی تھی جسے رفع کرنا سہل نہ تھا۔ پس نتیجہ کے انتظار میں چپ بیٹھنے کی بجائے ناہموار قدموں سے ادھر ادھر چلنے لگی۔ وہ سخت اضطراب کی حالت میں تھی۔ پھر بھی موجودہ حالت اس ناگوار حالت سے مختلف تھی جب وہ ایڈولفس کو اور ایڈولفس اسے قاتل قرار دیا کرتا تھا۔ قتل کا سربستہ راز حل ہونے سے دل کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا تھا۔ پھر بھی کئی اندیشے دامنگیر تھے۔ کیا دل کو وہی اگلا اطمینان پھر حاصل ہو سکے گا؟ کیا سب کچھ ہونے کے بعد بھی میں وہی راحت کی زندگی بسر کر سکوں گی۔ جو پیشتر کیا کرتی تھی؟

کمرہ میں ٹہلتے ہوئے وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ٹھیر کر آواز سننے لگتی۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ زور سے گھنٹی بج رہی ہے۔ گھنٹی کی آواز صاف طور پر سنائی دیتی۔ اور اس کی گونج ہوا میں مرتعش معلوم ہوتی تھی۔ مگر نہیں فوراً خیال آتا۔ کہ یہ تو محض وہم تھا۔ حقیقت میں ہر طرف خاموشی تھی۔ آواز جو گھنٹی بجنے سے مشابہ معلوم ہوئی۔ حقیقت میں وہ مدھم شور تھا۔ جو حالت جوش میں خون کے دماغ کا رخ کرنے سے سنا جاتا ہے۔۔۔ مگر آہ! کیا آواز تھی جو اب سنائی دی؟ ضرور یہ گھنٹی بجنے کی آواز تھی۔ اس کی گونج مکان کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی تھی یقیناً یہ مسٹر سلیٹر کا کیا ہوا اشارہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے میک پیس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں کامیابی ہو گئی۔

ایک بار اتھل کے جی میں آئی کہ دوڑ کر وہاں جاؤں۔ جہاں میک پیس کی حراست کے واقعات پیش آئے تھے۔ دل یہ جاننے کو بے قرار تھا۔ کہ قاتل کے خلاف مکمل اور ناقابل رد ثبوت مہیا ہو چکے ہیں۔ اور گھنٹی کسی اور وجہ سے نہیں بجائی گئی۔ مگر فوراً خیال آیا کہ ایسا بھی نہ ہو میک پیس حالت یاس میں سب کے سامنے ایڈولفس سے میرے تعلقات کا ذکر کر دے خطاوار ضمیر نے شک کو یقین کی حد تک پہنچا دیا۔ ڈری کہ ضرور ایسا ہو گا۔ پس ارل کی خوابگاہ میں جانے کی بجائے میں اپنے کمرہ میں ہاتھ ملتی رہ گئی۔

اتنے میں ایک نوکرانی دوڑتی ہوئی آئی۔ اور گھبرائی ہوئی آواز سے کہنے لگی "بانو کچھ

سنا۔ قاتل پکڑا گیا۔ اور وہ موا میک پیس نکلا۔"

"مجھے پہلے ہی اس پر شبہ تھا۔" ایتھل نے جواب دیا۔ "اور یہی وجہ تھی کہ مسٹر سلیٹر کو بلایا گیا تھا۔۔۔"

"آہ!" خادمہ کے منہ سے نکلا۔ اور وہ جان گئی کہ کونٹس کے اب تک جاگنے کی وجہ کیا ہے۔

"اچھا میں کمرہ نشست میں جا کر سب حال معلوم کرتی ہوں۔" کونٹس نے کہا۔ "دل کو سخت بے چینی ہے۔۔۔"

"بے چینی! آپ کو!" خادمہ نے انداز حیرت سے کہا۔ "بانو جب قاتل پکڑا گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ یہ کام سرکار کے پرانے نوکر میک پیس کا تھا۔ جس پر وہ خاص طور سے مہربان رہا کرتے تھے تو پھر۔۔۔"

"بس چپ رہو۔ میں تمہارے مشورے سننا نہیں چاہتی۔" ایتھل نے بے صبری سے کہا تم جا کر ارل یا مسٹر سلیٹر سے۔۔۔ یا بہتر ہو کہ ارل ہی سے کہہ دو۔ وہ بہت جلد گول کمرہ میں مجھ سے ملیں۔ جاؤ۔ کھڑی کیا منہ تک رہی ہو؟"

جیسا ناظرین نے ایتھل کے بے جوڑ غیر محفوظ جملوں سے معلوم کیا ہوگا۔ وہ اس وقت سخت جوش اور اضطراب کی حالت میں تھی۔ خادمہ کو پہلے اس کے الفاظ پر حیرت ہوئی۔ پھر اس نے سمجھا یہ گھبراہٹ محض قاتل کی دریافت سے تعلق رکھتی ہے۔ پس تعمیل حکم کے لیے رخصت ہوئی۔ اور عین اس وقت ارل کی خوابگاہ کے پاس پہنچی۔ جب میک پیس سب کے سامنے ایتھل اور ایڈولفس کے ناجائز تعلقات کا ذکر کر رہا تھا۔ خادمہ جو ایک معصوم و پاکباز دنیاوی نشیب و فراز سے بے خبر بھولی لڑکی تھی اور جس کے دل میں اب تک کسی طرح کا شک و شبہ نہیں تھا۔ یہ باتیں سن کر حیرت سے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ تھوڑی دیر میں مسٹر سلیٹر اور اس کے ساتھی نوکروں کے زینہ پر چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب وہ میک پیس کے کمرہ سے طلائی سکوں کا برتن لے کر واپس آ رہے تھے۔ خادمہ ڈری کہ ایسا نہ ہو کوئی مجھے چھپا ہوا دیکھ لے۔ پس کونٹس کا پیغام دیئے بغیر واپس ہو گئی۔

مگر وہی قدم گئی تھی کہ خیال آیا بیگم نے جو کام سپرد کیا تھا۔ وہ تو نامکمل ہی رہ گیا۔ وہ کسی طرح ارل کو پیغام دینا چاہتی تھی۔ مگر واقعات اس تیزی رفتار سے پیش آ رہے تھے۔ کہ مسٹر

سلیٹر یا ارل کسی سے علیحدہ گفتگو کا موقعہ نہیں تھا۔ اتنے میں افسران پولیس نے قاتل کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ اور جس وقت وہ لوگ میک پیس کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ اس نے پھر ایک بار اونچی آواز سے ایتھل اور ایڈولفس کے مجرمانہ عشق کا اعلان کیا۔ اس کے بعد جب پولیس اسے تھانہ لے گئی۔ تو کچھ نوکر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ کچھ سابق ارل کے کمرہ لباس کے باہر کھڑے ہو کر تازہ واقعات پر باتیں کرنے لگے وکیل اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ کیونکہ تازہ رسوائی کے بعد ارل سے کسی طرح کی گفتگو زخموں پر نمک کا کام کرتی جاتے ہی سو گیا۔ اور آخر اس وقت بیدار ہوا۔ جب میک پیس نے سپاہی کے ہاتھ اپنا بیان لکھنے کو بلایا۔

ایڈولفس اب تک مقتول ارل کی خوابگاہ میں ہی کھڑا تھا۔ یعنی اس کمرہ میں جہاں قتل کی واردات ہوئی تھی۔ اور جہاں سے پولیس کے آدمی میک پیس کو گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ ذلت و رسوائی کے بوجھ سے دب کر وہیں اس پلنگ کے پاس جس پر بدنصیب ارل کو قتل کیا گیا تھا۔ دوزانو ہو گیا۔ اور دونو ہاتھوں سے منہ ڈھک کر سسکیاں لینے لگا۔ حیران تھا کہ میرا اور ایتھل کا کیا حال ہو گا! کس منہ سے نوکروں کے سامنے آئیں گے۔ اور حلقہ احباب میں کیا منہ دکھائیں گے۔ اس کی حالت سخت زار تھی۔ فی الجملہ وہ اس حالت سے کسی طرح بہتر نہ تھی۔ جب ایک طرف کونٹس اس پر قتل کا الزام عائد کرتی تھی اور دوسری جانب میک پیس اخفائے راز کے لئے رشوت مانگ رہا تھا۔

اس اثنا میں وہ خادمہ جسے ایتھل نے پیغام دے کر بھیجا تھا۔ اس خیال سے اسی منزل کے ایک اور کمرہ میں داخل ہو گئی تھی کہ جب ارل باہر نکلیں گے تو انہیں بیگم کا پیغام دونگی اسی خیال سے اس نے کمرہ کا دروازہ کھلا رکھا۔ اور ایڈولفس کے باہر آنے کی منتظر رہی آخر کئی منٹ بعد قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور اس نے ارل کو کمرہ سے نکلتے دیکھا۔ اس لیمپ کی روشنی میں جو برآمدہ میں جل رہا تھا۔ ارل کا چہرہ بہت پژمردہ اترا ہوا اور نہایت زرد نظر آیا۔ خادمہ یہ حالت دیکھ کر پیغام عرض کرنے کی جرات نہ کر سکی۔ مگر فوراً ہی خیال آیا۔ اہم بات ہے۔ ضرور ان کے کانوں تک پہنچانی چاہیئے۔ اس ہولناک انکشاف کے بعد جو میک پیس نے ان کے تعلقات کی نسبت کیا تھا۔ ارل اور کونٹس کا ایک دوسرے سے کئی معاملات پر گفتگو کرنا ضروری تھا۔ پس جی کڑا کر کے نکلی۔ اور نوجوان ارل سے کہنے لگی "مائی لارڈ بیگم صاحب کمرہ نشست میں آپ کی منتظر ہیں۔ اپنے کمرہ میں تشریف لے جانے سے پہلے ان سے مل لیجئے گا"

"کس کمرہ میں؟" ایڈونس نے اس طرح کی کھوکھلی آواز سے پوچھا۔ کہ لڑکی ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اس کے سامنے جاندار ارل کی جگہ کوئی متحرک لاش کھڑی ہے۔

"حضور سرخ پردوں کے گول کمرہ میں" اس نے بدقت اوسان بحال کر کے جواب دیا۔

وہ دوڑ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور ایڈونس یہ ارادہ کر کے کمرہ مذکور کی طرف چلا کہ اب ایتھل سے کوئی بات پوشیدہ رکھنی فضول ہے۔ جب نوکروں کو سارا حال معلوم ہو گیا تو اس سے پردہ کرنا حماقت ہے۔ "الٰہی ہمارا کیا انجام ہوگا! زندگی کے دن کس طرح پورے ہوں گے؟"

اس ادھیڑ بن میں وہ کمرہ نشست میں داخل ہوا۔ مگر جیسے ہی ایتھل نے اس کی حالت زار دیکھی۔ جب اسے ارل کا اترا ہوا استخوانی چہرہ نظر آیا۔ جو حالت سکوت میں سو ہزار باتوں کا مظہر تھا تو ڈر گئی۔ ایک لمحہ میں اس کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی۔ اور دل نے فوراً کہہ دیا کہ جس راز کو چھپانا منظور تھا۔ افسوس وہ نہ چھپ سکا۔

ارل چپ چاپ پاس آکر ایتھل کی طرف اس دھندلی نظر سے دیکھنے لگا۔ جو شدت فکر و اضطراب ظاہر کرتی تھی۔

بدنصیب عورت اس نگاہ کا مطلب جان گئی۔ اور سہمی ہوئی آواز سے کہنے لگی "ایڈونس کیا راز کھل گیا؟ کیا سچ مچ تقدیر نے ایک پیمانہ مصیبت خالی کرتے ہی دوسرا لبریز کر دیا؟" پھر تھوڑی دیر اس طرح رک کر گویا الفاظ ادا ہونے مشکل تھے۔ اس نے کہا "کیا سچ مچ سب حال ظاہر ہو گیا؟"

"افسوس۔ ہاں" ارل نے مری ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "میک پیس نے ارادہ کر لیا تھا کہ جان دینے سے پہلے ہماری زندگی بھی ناقابل برداشت بنا دیگا۔"

"مگر کیا وہ راز سب کو... نوکروں تک کو معلوم ہو گیا؟" کونٹس نے فکر کے لہجہ میں پوچھا

"ہو گیا۔ سب کو معلوم ہو گیا۔" ایڈونس نے جواب دیا۔ "واحم خدا۔ ہماری حالت کتنی خوفناک ہے!"

"اُف!" بدنصیب عورت کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس نے ایک طرف منہ پھیر کر اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے اس طرح ڈھک لیا۔ کہ لمبی پتلی انگلیاں دونوں کنپٹیوں کو بزور دبائے

ہوئے تھیں۔ مگر اس حالت میں بھی آنسوؤں کا کوئی قطرہ اس کی آنکھوں سے ہو کر نہیں گرا۔ کیونکہ اس کا غم اتنا شدید تھا۔ کہ سیلاب اشک بھی اس کے بوجھ کو ہلکا نہیں کر سکتا تھا یکایک اس کے دل میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ اور وہ ارل کی طرف مڑ کر کہنے لگی۔

"ایڈولفس اب تمہارا فرض ہے کہ وہ کام کرو جو دنیا کی نظروں میں ہماری حالت بدل دے۔ اور اگر ہم داغ ندامت کو اچھی طرح نہ دھو سکیں تو بھی اس کی سیاہی میں کچھ تخفیف تو ہو۔"

"ایتھل کیا کہتی ہو؟ تمہارے الفاظ کا کیا مطلب ہے؟" ارل نے چونک کر پوچھا۔ گو اس سوال کے باوجود وہ کونٹس کے عندیہ کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔

"کیا نہیں سمجھے؟" ایتھل نے اس کے ظاہر و باطن کو ایک نظر میں بھانپ کر کہا۔ "میرا خیال تھا تم اشارہ پاتے ہی اس فرض پر آمادہ ہو جاؤ گے جو تم پر عائد ہوتا ہے۔"

"ایتھل۔ ایتھل۔" ارل کے منہ سے دو بار نکلا۔ پھر فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر وہ بدحواسی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایتھل کی طرف وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ایڈولفس کیا واقعی میرا مطلب نہیں سمجھے؟" بیگم نے کہا۔ "کیا مجھے صاف لفظوں میں تشریح کرنی پڑے گی؟ اچھا اگر ایسا ہے۔ تو سنو۔ دنیا تمہیں سابق ارل آف لیسلز کی اولاد اور مجھے تمہاری سوتیلی ماں سمجھتی ہے۔ اس حالت میں جب لوگوں کو ہمارے ناجائز تعلق کا حال معلوم ہوگا۔ تو وہ کیا کچھ نہ کہیں گے۔ کونسے شرمناک کلمے ہیں جو ہمیں نہ سننے پڑینگے کیونکہ گو ہر قسم کا گناہ قابل نفرت ہے۔ مگر ماں بیٹے کے ادنےٰ تعلق کا گناہ! اُف یہ اتنا بھیانک ہے کہ خیال آتے ہی دل کانپ اُٹھتا ہے۔ سچ جانو اب ہمارے لئے مجلس میں کہیں جگہ نہیں۔ لوگ تم کو ملامت اور مجھ سے نفرت کریں گے۔ کیا یہ ذلت برداشت کی جا سکتی ہے؟ کیا تم اسے برداشت کرنے کو تیار ہو۔ جب تمہارے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ گناہ کی سنگینی دور کر سکتا ہے؟ وہ لفظ ایڈولفس فقط تمہاری زبان سے نکل سکتا ہے اور اسی طرح ہماری حالت کی اصلاح ممکن ہے۔ دیکھو یہ وقت ایثار کا ہے۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے ننگی اور عصمت قربان کی تھی اسی طرح آج میرے لئے دولت و ثروت کو ترک کرنا منظور کرو۔ بدنامی پھر بھی ہوگی۔ رسوائی سے پھر بھی گردن نہ اُٹھ سکے گی۔ مگر جو ذلت۔ جو انتہائی ذلت اس صورت میں ہوتی ہے۔ خدا کے لئے ایڈولفس اس سے بچا لو۔"

"ایتھل" نوجوان ارل نے گہری کھوکھلی آواز سے جواب دیا۔ "تم نہیں جانتی ہو۔ میرے

لئے اس مشورہ پر عمل کرنا کتنا دشوار ہے۔ تمہارا منشا صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ریاست ترک کر دوں۔ تاج امارت اتار دوں۔ بے شمار جائداد سے جو ورثہ میں آئی ہے دست بردار ہو جاؤں اور اس ٹوٹے ہوئے تارے کی طرح جو ایک لمحہ چمک دکھا کر اندھیرے میں چھپ جاتا ہے گمنامی کی تاریکی میں سما جاؤں۔ نہیں اس سے بھی زیادہ میں امیری کے بدلے گدائی مول لوں۔ اور سب کچھ ہوتے ہوئے مفلس۔ کنگال۔ گداگر۔ بننا منظور کروں۔ کیا یہی تمہارا مطلب ہے؟"

"سنو ایڈولفس" کونٹس نے خود غرضانہ جواب سن کر بدقت احساس نفرت کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "میرا ذاتی اثاثہ معقول ہے۔ وہ سب میں تمہیں دیتی ہوں۔ اپنے لئے مجھے انتہائی اخلاص و احتیاج کی بھی پروا نہیں۔ میں اپنا ہر ایک شلنگ تمہیں دے دوں گی۔ ضرورت ہو تو کاسۂ گدائی ہاتھ میں لینے سے بھی انکار نہ کروں گی۔ مگر دیکھو جس طرح ممکن ہو مجھے اس رسوائی سے بچاؤ۔ اپنے لئے نہیں تو اس کے لئے جس نے اپنا سب کچھ تم پر نثار کیا تھا۔ اس ناچیز امارت سے دست بردار ہو جاؤ۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔" ارل نے امیری چھوڑ کر غریبی کی زندگی بسر کرنے کے خیال سے وحشت زدہ ہو کر جواب دیا۔

"افسوس! ایڈولفس کیا اتنے بدل گئے؟" ایتھل نے ملامت سے کہا۔ "وہ بھی وقت تھا جب تم میرے لئے دولت۔ ثروت اور ریاست سب کچھ ترک کرنے کو تیار تھے۔۔۔"

"وہ ایک جنون تھا جس کا وقت گذر گیا۔" ارل نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اور جہاں تک میرا خیال ہے۔ تبدیلی فقط میری ذات میں نہیں ہوئی۔ تم بھی اس کی حصہ دار ہو۔ نہیں ایتھل ارل کے شاندار خطاب اور اس وسیع جائداد کو جو مجھے ورثہ میں حاصل ہوئی ہے۔ ترک کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"بزدل!" کونٹس نے جوش سے بھر کر کہا۔ "کیا شرم نہیں آتی کہ ایک خوشحال زندگی کو نفسانیت پر قربان کر کے اب نتیجہ سے پیچھے ہٹتے ہو؟ کیا وہ وقت بھول گیا جب میں نہیں اور تم ہاں کہتے تھے۔ جب میں نیک رہنا چاہتی تھی۔ اور تم میرے پائے استقلال کو ڈگمگاتے تھے؟ کیا یہ تمہاری منت و زاری۔ تمہاری الحاح و التجا تمہاری خودکشی کی دھمکی کا ہی نتیجہ نہ تھا کہ میں نے عفت و عصمت کی منزل سے گناہ و معصیت کی غار میں گرنا منظور کیا؟ کیا میرے ایثار عظیم کے مقابلہ میں تم گناہ کی سیاہی کم کرنے کے لئے دنیاوی قربانی نہیں کر سکتے؟ غور سے دیکھو

تو یہ ایثار بھی میرے لئے نہیں۔ تمہاری ذات کے لئے ہے۔ کیونکہ اعلان حقیقت کے بعد جب ثابت ہو جائے گا کہ تم سابق ارل کی اولاد نہیں ہو۔ اور تمہاری رگوں میں اس کے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے تو تمہارا چلن صاف ہوگا۔ کسی کو تم سے نفرت نہ ہوگی۔ تم اطمینان سے سر اٹھا کر چل سکو گے۔ لیکن میری حالت ... آہ میری حالت اس سے کتنی مختلف ہوگی۔ بے شک تمہارے اعلان سے کالکھ کا ایک دھبہ دھل جائے گا۔ مگر دوسرا جو ایک عصمت باختہ عورت کی حیثیت میں میری پیشانی پر لگ چکا ہے۔ وہ تا ابد قائم رہیگا۔ بتاؤ اب بھی تمہیں اس ذرا سے ایثار میں تامل ہے؟"

کونٹس کے الفاظ۔ اطوار اور نگاہ سے کچھ ایسے استقلال کا اظہار ہوتا تھا۔ کہ ایک لمحہ کے لئے ایڈولفس بھی گھبرا گیا۔ اس نے پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ سوچکر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا "ایتھل ناحق اتنا اصرار کرتی ہو۔ بلا سے دنیا ہماری نسبت کچھ سمجھے۔ ہمیں اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ آؤ نصف چھوڑ دو۔ اور اس محبت کو جو ہمیشہ ہمارے لئے باعث راحت تھی۔ تازہ کرنے کی کوشش کرو۔"

"نہیں! کبھی نہیں!" خاتون نے پرجوش لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت اسکی آنکھیں جلتی آگ کے شعلوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ "میں نے عہد ماضی میں بہت گناہ کئے۔ اور عہد حال میں بہت مایوسیاں دیکھی ہیں۔ مگر اب مستقل کو فقط ان گناہوں کے کفارہ کے لئے وقف کرنے کا ارادہ ہے۔ میرے سامنے وہ معصیت تازہ کرنے کا نام نہ لو۔ کیونکہ میں ہرگز ایسا نہ کروں گی۔"

"لیکن اگر ہم شادی کر لیں ..."

"شادی!" ایتھل نے چیخ کر کہا۔ "کیا اس صورت میں کہ دنیا تمہیں میرے مقتول شوہر کا بیٹا سمجھتی ہے! اف جوش میں آیا ہوا دماغ۔ کیسی شرمناک تجویزیں پیش کر سکتا ہے۔"

"یہ الفاظ اس نے انتہائی نخوت و حقارت کے لہجہ میں کہے۔

"ایتھل" آخر کار ارل نے فیصلہ کن انداز سے کہا۔ "جو جی میں آتا ہے کہو اور جس طرح چاہتی ہو کرو۔ مگر میرا فیصلہ اٹل ہے۔ امیری چھوڑ کر فقیری لینا مجھے منظور نہیں۔ اور تم مجھے اس فیصلہ سے ہٹنے پر مجبور نہ کر سکو گی۔"

"نہیں!" کونٹس نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے طنز سے کہا۔ "بالفرض میں نے ہی

اصل حقیقت ظاہر کر دی؟ میں نے ہی دنیا میں اس کا اعلان کر دیا کہ تم . . ."

"اوہ! تمہاری بات کون مانیگا۔" ایڈولفس نے نفرت سے کہا۔ "میں آسانی سے یہ کہہ کر اسے رد کر دوں گا کہ یہ کہانی اس عورت نے فقط اپنے گناہ کی تخفیف کے لئے اختراع کی ہے"

"ایسا کرو گے۔ تم ایسا کرو گے!" کونٹس نے اس کی طرف پر وحشت نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز اتنا خوفناک تھا کہ اسی وقت کے بعد کئی بار ارل اس کی حالت کو یاد کر کے کانپ اٹھا۔

ایڈولفس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ہر چند ایک پہلو سے اسکی حالت محفوظ تھی مگر دوسری جانب یہ دیکھ کر صدہا اندیشے بھی پیدا ہو رہے تھے۔ کہ وہ عورت جو عہد عشق میں ایسی نرم اتنی حلیم اور اس قدر معصوم تھی۔ اور اب جوش انتقام میں ایسی قوت و استقلال ظاہر کر رہی ہے۔ خدا جانے اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے کیا کچھ کرے گی۔ مصلحت یہی تھی کہ جس طرح ممکن ہو اسے سمجھا کر نرم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس بات کا مصمم فیصلہ کرنے کے باوجود کہ میں رتبہ امارت سے کسی حال میں دست بردار ہونا منظور نہ کروں گا۔ وہ اب بھی امید رکھتا تھا کہ اہل عالم کے اعتراضوں کی پروا نہ کر کے میں پھر اسے پیار و محبت سے راہ راست پر لے آؤں گا۔ اور یا اسے داشتہ بنا کر یا اس سے شادی کر کے جس طرح ممکن ہوگا اپنی ولادت کے راز کو محفوظ رکھنے پر مجبور کر دوں گا۔ کیونکہ اب اسے سب سے زیادہ تشویش یہی تھی۔ کہ ایسا نہ ہو وہ عظمت و صولت جو مشکل سے ہاتھ آئی ہے۔ پھر اختیار سے نکل جائے

جس وقت یہ خیالات ایڈولفس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ ایتھل دوسری طرف منہ کئے تفکرات میں غرق کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ خط و خال میں سختی اور ان آنکھوں میں جو کیف محبت سے متوالی رہا کرتی تھیں۔ خوفناک روشنی چمک رہی تھی۔ سینہ جو کبھی جذبات راحت بخش کا مسکن تھا۔ طوفانی سمندر کی ناہموار سطح کی طرح متلاطم ہو گیا۔ بظاہر بت کی طرح بے حرکت تھی۔ مگر ذہنی اضطراب بے جان سنگی مجسمہ سے مختلف بناتا تھا ایڈولفس نے اسکی طرف چھپی ہوئی مضطرب نظروں سے دیکھا۔ مگر دل کا حال معلوم نہ کر سکا اور آخر جب ایتھل نے پھر اس پر نظر ڈالی تو اس خیال سے چونک گیا کہ نہ معلوم اب کتنا جوش ظاہر ہوگا۔

مگر کونٹس کی حالت اس سمندر کی طرح تھی جو طوفان عظیم کے بعد دوبارہ سکون حاصل کر چکا ہو۔ غیر معمولی نرم لہجہ میں کہنے لگی "ایڈولفس کافی بحث ہو چکی۔ جاؤ۔ آرام کرو۔ میں بھی

آرام چاہتی ہوں۔ کیا عجب حالت سکون میں جوش رفع ہونے پر کوئی بہتر فیصلہ ہو سکے۔" پھر کانپتے ہوئے لہجہ میں اور زیادہ نرمی سے اس نے کہا "میرے خیال میں اگر ہم ایک دوسرے کو سمجھ رعائت دیں تو ضرور کوئی ایسا فیصلہ ممکن ہوگا جس سے فریقین کو فائدہ ہو۔"

"ایتھل پیاری ایتھل"۔ ارل نے اس غیر معمولی نرمی پر حیرت زدہ ہو کر کہا "بخدا اب تم سمجھ کی باتیں کرتی ہو۔ شکر ہے تم نے دور اندیشی کی راہ اختیار کی۔"

"جاؤ ایڈولفس" ایتھل نے ملائمت سے کہا "خدا کرے یہ طوفان جوش ہمارے سینوں کو زیادہ ساکن بنانے کا ذریعہ ثابت ہو۔ خدا کرے ہمارے دل اضطراب و وحشت کی آندھی سے گذر کر خود غرضی کی کثافت ترک کر سکیں اور ہم ایک دوسرے کی بہتری عمل میں لانے کا ذریعہ ثابت ہوں۔"

یہ سن کر ایڈولفس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ فرط مسرت سے کونٹس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر منہ سے لگا لیا۔ اس نے پرے ہٹنے کی کوشش کی۔ مگر نہ اس زور سے جو ارل کو شاق گذرتا۔ پھر کمرہ سے رخصت ہو گئی۔

اس کے قریباً ایک گھنٹہ بعد تھانہ کا سپاہی مسٹر سلیٹر کو میک پیس کا اقبالی بیان لکھنے کے لئے بلا لے آیا۔ اور چونکہ اس واقعہ کا علم نہ ایڈولفس کو تھا۔ اور نہ ایتھل کو ماورنہ انہوں نے اپنے کمروں کے اندر کنڈی بجنے کی آواز سنی۔ اس لئے وکیل نے اس نوکر کو جو دروازہ کھولنے گیا تھا۔ ہدایت کر دی کہ ارل اور کونٹس کو بیدار نہ کرنا انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ آرام کرنے دینا۔ میک پیس کا بیان قلمبند کرنے کے بعد وہ مکان پر واپس آ کر اپنے کمرہ میں سو گیا۔ اور سویرے آٹھ بجے اٹھا تو میک پیس کی خودکشی کی خبر ملی۔ اس وقت ایک نوکر نے ایڈولفس کو اور ایک ماما نے ایتھل کو اطلاع دی کہ شب گذشتہ میک پیس نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا تھا۔ اس کے چند گھنٹے بعد اس نے خودکشی کر لی۔

باب ۸۳

ندی کے پل پر

دن کے گیارہ بجے مسٹر سلیٹر رخصت ہو گئے۔ اور ایتھل نے جو صبح کے ناشتہ پر حاضر نہ ہوئی تھی ایڈولفس

کو کہلا بھیجا۔ کہ میں بھفوڑی دیر تک کتب خانہ میں ملوں گی۔ ارل وہیں چلا گیا۔ مگر جس وقت کونٹس کے انتظار میں کمرہ کے اندر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔

اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ "یہ میری زندگی کا سب سے نازک موقعہ ہے۔ دیکھئے نرم ہوتی ہے یا اور زیادہ بھڑکتی ہے۔ تکلیف کی حالت میں انسان کے خیالات جلد جلد بدلا کرتے ہیں کیا عجب رات رات میں طبیعت نے پھر پلٹا کھا لیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو میں اس کا مردانہ وار مقابلہ کروں گا۔ مگر نہیں میرا خیال ہے اب وہ دور اندیشی ہی کرے گی۔ کل رات اس نے دیکھ لیا۔ کہ میرا فیصلہ اٹل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ملاقات کے خاتمہ پر نرم ہو گئی۔ آخر کیوں ایک ذرا سی بات پر اتنی ضد کرتی ہے؟ میرا ساتھ دینا منظور کرے تو ہم آسانی سے ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دولت میں بڑی طاقت ہے۔ اس کی مدد سے ہر قسم کے اعتراضات دبائے جا سکتے ہیں۔ بلا سے کوئی ہمیں شریک مجلس نہ ہونے دے۔ ہم اپنے لئے نئی مجلس پیدا کر لیں گے انتھل کے لئے وہ اگلی محبت تازہ ہونا تو غیر ممکن ہے۔ کیونکہ اب نہ تازگی باقی ہے۔ نہ جدت نہ جوش اور نہ شوق انتظار۔ لذتیں حاصل ہو چکیں۔ راحتوں کا دور ختم ہوا۔ اب تو طبیعت ہی بدل گئی ہے۔ بہر حال زمانہ سازی تو کرنی ہی پڑے گی۔ میں یا تو اسے داشتہ بنا لوں گا یا اگر نکاح پر مجبور ہونا پڑا تو خیر جس طرح ممکن ہوا۔ یہ کڑوی گولی بھی نگل لوں گا۔۔ مجبوراً نگلنی پڑے گی۔ کیونکہ ترک ریاست کا سہل اس سے بھی زیادہ تلخ ہے۔ امید کرنی چاہیئے یہ ایک زحمت آئندہ رحمتوں کا پیش خیمہ ہوگی۔ آپس کے جھگڑے مٹ جائیں گے۔ اندیشے دور ہوں گے اور ان تفکرات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جو دن رات پریشان کئے رکھتے ہیں۔"

اس وقت دروازہ کھلا۔ اور کونٹس آف لیسلز نمودار ہوئی۔ ایڈولفس نے چھپی نظروں سے اسکی طرف دیکھا تو یہ جان کر اطمینان ہوا کہ گو انتھل کی رنگت اب بھی زرد تھی اور آنکھوں میں شب بیداری کا خمار بھی پایا جاتا تھا۔ تاہم خط و خال کی سختی اور ترشاہٹ کے آثار بڑی حد تک سلب ہو گئے تھے۔ مانا کہ لبوں پر مصالحتی تبسم موجود نہ تھا۔ پھر بھی کل کی حالت کے بعد یہ نرمی ہزار درجہ قابل تسکین تھی۔

انتھل۔ نوجوان ارل نے اس کے استقبال کے لئے آگے بڑھ کر کہا۔ "شکر ہے آج مدت دراز کے بعد تمہارے چہرہ کی سختی دور ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں۔ اب تم سمجھدار بنتی جا رہی ہو۔

اطمینان سے بیٹھ کر کسی معاملہ پر غور کرنا ہے۔ دانا دل کا شیوہ ہے۔ اور میں ہر وقت اس کے لئے تیار ہوں۔ مگر بے وجہ ایک دوسرے سے جھگڑنا کوسنا طعن و تشنیع تک نوبت لانا۔ کچھ کہنا کچھ کہلوانا اس میں دونو کا نقصان ہے۔ فائدہ کچھ نہیں۔"

"ایڈولفس سچ کہتے ہو۔" ایتھل نے جواب دیا۔ اور اس نے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ پیدا کر کے محبت سے اپنا ہاتھ بھی پیش کیا۔

"پیاری ایتھل تم میرے دل و جان کی مالک ہو اور مجھے اب بھی تم سے وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔" ارل نے اس کے نازک ہاتھ کو لبوں تک لے جاتے ہوئے کہا۔ "کل جوش اضطراب میں میری زبان سے کوئی بے جا لفظ نکل گیا ہو تو میں تہ دل سے اس کی معافی چاہتا ہوں یقین ہے۔ تمہارے دل میں بھی اگلی محبت بہت جلد تازہ ہو جائے گی۔"

کونیٹس نے اپنا ہاتھ ارل کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا۔ اور اسے کھینچنے کی کوشش نہ کی پھر کہنے لگی۔ "ایڈولفس میں خود تم سے معافی کی طلبگار ہوں۔ کہ اس وقت معاملہ کی نازکی نہ سمجھ کر بے جا ضد کی۔ مگر اس کے بعد جب میں نے سکون میں اچھی طرح غور کیا۔ تو معلوم ہو گیا میرا اصرار واقعی غلط تھا۔ مگر جو کچھ ہو چکا اس پر بحث کرنا بے سود ہے۔ غلطیاں دونو سے ہوئی ہیں۔ مگر لازم یہی ہے کہ ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔"

ایڈولفس کو ان لفظوں سے جو خوشی ہوئی اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ اسے یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ اب میری ریاست ہر طرح محفوظ ہے۔ اس غیر معمولی آسانی سے کامیاب ہونے کی خوشی میں اس نے ایتھل کو کھینچ کر بزور اپنے سینہ سے لگا لیا۔ گو جیسا ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا اس وفور شوق کی وجہ اگلی محبت کا تازہ ہونا نہیں بلکہ ان اندیشوں کا خاتمہ تھی جو اسے دولت و ثروت کی نسبت پیدا ہو چکے تھے ایتھل چپ رہی اور ارل نے اس کی پیشانی اور رخساروں پر کئی بوسے دیئے۔ مگر اس کے لبوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

آخر بڑی آہستگی سے ارل کے بازو ہٹائے تو وہ کہنے لگا۔ "پیاری ایتھل اب آؤ اطمینان و محبت سے گفتگو کریں۔ میرا خیال ہے کل رات میں نے جو تجویز پیش کی تھی۔ تم ضرور اسے پسند کرنے لگی ہو۔"

"میں سمجھتی ہوں وہ تجویز ہی ہماری مشکلات کا خاتمہ کر سکتی ہے۔" خاتون نے جواب دیا اور پھر وہ بھی ارل کے پہلو میں بیٹھ کر پیار کے لہجہ میں کہنے لگی۔ "پیارے ایڈولفس کل رات جب

میں نے تمہارا کہنا ضد کے ساتھ نامنظور کیا تو اپنے میں نہ تھی۔ دماغ کو اس ہولناک انکشاف کا جو اتنا اچانک ہوا۔ اس قدر صدمہ تھا۔۔۔"

"ایتھل گذری ہوئی باتوں کو جانے دو۔" ارل نے قطع کلام کر کے کہا۔ "جب طے ہو گیا۔ کہ ہمیں عہد ماضی پر پردہ ڈال کر عشق سابق کو پھر تازہ کرنا ہے تو واقعات گذشتہ پر بحث کرنے سے کیا فائدہ؟ میرا خیال ہے۔" اس نے زیادہ نرم لہجہ میں کہا۔ "شادی کے بعد ہم اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں گے۔"

"یہی میرا خیال ہے۔" ایتھل نے جواب دیا۔ "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جو کہو گے اس پر بند آنکھوں سے عمل کروں گی۔ مگر ایک شرط پر۔"

"اور وہ شرط؟" ایڈولفس نے جلدی سے پوچھا۔ کیونکہ اس کے دل میں پھر اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ کوئی ایسی شرط نہ ہو جسے میں پورا نہ کر سکوں۔ اور پھر تکرار کی نوبت آ جائے۔

"نہایت معمولی ہے۔" کونٹس نے پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم لہجہ میں جواب دیا۔ محض یہ کہ آج ہی مجھکو اس جگہ سے جہاں کئی خوفناک اور مضطرب کن واقعات پیش آ چکے ہیں۔ اس مقام سے جہاں میں کسی کے سامنے گردن اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ کسی دوسری جگہ لے چلو۔"

بس اتنی؟" ارل نے مطمئن ہو کر کہا۔ "پیاری ایتھل یہ نہایت معمولی بات ہے۔ میرا اپنا ارادہ یہاں سے چلے جانے کا تھا۔ کیونکہ میں خود اس مقام میں رہنا نہیں چاہتا۔ جہاں پے در پے کئی رنجدہ واقعات پیش آ چکے ہیں۔"

"تو کیا منظور کرتے ہو؟" کونٹس نے پھر پیار سے ہاتھ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "ایڈولفس میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں بے حد ممنون احسان ہوں کہ تم نے میری درخواست نامنظور نہیں کی۔ مگر ہمیں کب رخصت ہونا چاہیئے؟"

"تم چاہتی ہو تو میں آج ہی تیار ہوں۔" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "بتاؤ کہاں چلیں؟ کیا بلوم فیلڈ یا براعظم یورپ کو؟"

کونٹس تھوڑی دیر غور کرتی رہی۔ پھر بولی۔ "آؤ بلوم فیلڈ چلیں۔ وہاں کا منظر فرحت خیز ہے۔ پھر مکان کی تنہائی۔ سبزہ کی تازگی۔ درختوں کی ہریالی اور میدانوں کی سیر پر لطف ہو گی دیہات کی تازہ عطر بیز ہوا میں رہ کر ہمارے دل و دماغ وہ سکون و راحت حاصل کر

سکیں گے جس کی ضرورت ہے۔"

"منظور ہے" ارل نے جواب دیا "میں آج ہی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں... یا" کچھ سوچ کر "بہتر ہوگا کل یہاں سے روانہ ہو جائیں۔"

"کیوں آج کیوں نہیں؟" ایتھل نے جلدی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ آج میک پیس کی خودکشی پر تحقیقات ہوگی۔ عجب نہیں مجھے بھی طلب کیا جائے"۔ ایڈولفس نے جواب دیا "لیکن تمہیں آج ہی چلنے پر اصرار ہو۔ تو میں ابھی جا کر سب حال پوچھ آتا ہوں۔ تم اتنے روانگی کی تیاری مکمل کرو۔"

دونوں ایک ساتھ نکلے۔ کونٹس اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور ایڈولفس یہ معلوم کرنے تھانہ گیا کہ کیا اس تحقیقات میں میری شرکت لازم ہوگی؟ معلوم ہوا کہ افسر تحقیقات بعد از مرگ کی اطلاع کے بموجب ارل کی موجودگی لازم نہ سمجھی جائے گی۔ کیونکہ متوفی کے اقبالی بیان کی موجودگی میں کسی شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ اور خودکشی کے بارہ میں کوئی امر دریافت طلب ہی نہ تھا۔ یہ معلوم کر کے ایڈولفس مکان پر واپس ہوا۔ اور سہ پہر کے دو بجے ایتھل کے ساتھ بلوم فیلڈ کو روانہ ہو گیا۔

ریاست بلوم فیلڈ جو خاندان لیسلز کی املاک میں شامل تھی۔ لندن سے قریباً تیس میل فاصلہ پر دیہات میں واقع تھی اور جیسا ایتھل نے کہا تھا۔ اس جگہ کا منظر دلفریب اور ہوا صاف اور فرحت بخش تھی۔ ایڈولفس کے لئے ایک نوکر اور ایتھل کے لئے ایک ہی خادمہ کافی سمجھی گئی۔ کیونکہ بلوم فیلڈ کے مکان میں نوکروں کا معقول عملہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔ روانگی سے ایک گھنٹہ پہلے نوجوان ارل اور بیوہ کونٹس کی آمد کی اطلاع ایک صبا رفتار قاصد کے ہاتھ بلوم فیلڈ بھجوا دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصہ قلیل میں ان کی تقدیم کا شاندار بندوبست کر دیا گیا۔ اسی قاصد سے بلوم فیلڈ کے عملہ کو میک پیس کی حراست اور خودکشی نیز ارل اور اس کی سوتیلی ماں کے عشق کا حال معلوم ہوا۔ نوکروں نے باتیں سنیں۔ تو بہت متعجب ہوئے پھر بھی جس وقت ایڈولفس اور ایتھل وہاں پہنچکر گاڑی سے اترے۔ تو سب نے بہت پرجوش خیر مقدم کیا۔

لندن سے بلوم فیلڈ تک کے سفر میں ایتھل نے شادی کے بارہ میں کچھ نہیں کہا۔ اور جب کبھی ایڈولفس نے اس کا ذکر چھیڑا تو یہی کہتی رہی۔ کہ مجھے ہر بات میں تمہارے حکم پر

چلنا منظور ہے۔ صرف اتنا چاہتی ہوں کہ اگلے تعلقات تازہ کرنے سے پہلے کچھ مہلت ضرور گذرنی چاہیئے۔ اول اس لئے کہ میرے شوہر کو خوفناک حالات میں رحلت کئے بہت کم عرصہ ہوا ہے دوم اس لئے بھی کہ اس کے بعد جتنے واقعات پیش آئے ہیں، وہ اتنے خوفناک تھے کہ طبیعت کو پے در پے صدموں سے بحالی کا موقعہ نہیں ملا۔ علاوہ بریں میری صحت خراب ہو چکی ہے۔ پس چند دن صبر کرو۔ اس عرصہ میں ہمارا تعلق دوستانہ رہے گا۔ مگر وہ اگلی بے تکلفی پیدا نہ ہو سکے گی۔ اول نے ان عذرات کو معقول سمجھا۔ اور چونکہ اس کے لئے یہی اطمینان کافی تھا کہ ایتھل نے عذر چھوڑ کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لی ہے۔ اس لئے جزئیات میں اصرار نا مناسب خیال کیا۔ پھر بھی دکھاوے کے لئے منظوری سے پہلے تامل کا اظہار ضروری سمجھا اور اس وقت کے لئے بے چینی بھی ظاہر کی۔ جب حسن و عشق کے وہی اگلے ہنگامے پھر بپا ہو سکیں گے۔

بلوم فیلڈ پہنچکر دونو جدا کمروں میں رہنے لگے۔ گو کھانا اکٹھا کھاتے تھے۔ اس کے بعد دن بھر ایک دوسرے کے پاس رہتے۔ اور اکٹھے سیر کرنے جاتے تھے۔ اسی طرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ انہی ایام میں اسابیلا کا ایک خط موصول ہوا جسے میک پیس کی حراست اور خودکشی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس خط میں اس نے مفصل حالات درج کئے۔ اپنی کس طرح چند بدمعاش اسے مسز گارڈنر کے بیٹے کے مکان سے بھگا لے گئے تھے۔ گو درز ہوس میں کرسچن اسٹیشن سے اپنی ملاقات کا حال اس نے قصداً نہیں لکھا۔ اور نہ یہی تحریر کیا کہ اسی نے مجھ کو خفیہ مقام حراست سے نجات دی تھی۔ صرف اتنا لکھا کہ سر ایڈگر بیورلے اور مس ہال اصرار کرتے ہیں کہ میں ان کی شادی تک وہیں ٹھیروں۔ اس سے سروست انہی کی مہمان ہوں۔ خط کا انداز محبت آمیز تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ اسے اپنی ممانی اور ماموں زاد بھائی پر بے وجہ شک کرنے کا افسوس تھا۔ خود ایڈولفس اور ایتھل اپنے معاملات میں اتنے منہمک تھے۔ کہ انہیں کرسچن کا خیال ہی نہیں آیا۔ لہذا اس خط کے متعلق ان میں بہت کم گفتگو ہوئی۔

اول نے صرف اتنا کہا "اب کہ ہم اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ دنیا کے اعتراضات کی پروا نہ کر کے جس طرح جی چاہے گا کریں گے۔ عنقریب پیاری ایتھل تم بحالی صحت پر میرے آغوش محبت میں ہو گی۔ اس لئے بہتر ہے اسابیلا کا بھی کہیں ٹھکانا ہو جائے۔ وہ اگر واقعی اس لڑکے اسٹیشن سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرے۔ ہم اسے معقول جہیز دے کر بدا کر دیں گے اور بھیجنے

ایک اور بلا آسانی سے ٹل گئی۔"

ایتھل نے بھی رضامندی ظاہر کی۔ اور یہ گفتگو یہیں پر ختم ہو گئی۔

ایڈولفس اور ایتھل کو بلوم فیلڈ میں رہتے دس دن کا عرصہ ہو گیا تھا۔ کہ ایک روز صبح کے ناشتہ پر کونٹس نے چہرہ پر تبسم پیدا کر کے پیار کے لہجہ میں کہا "پیارے ایڈولفس میں نہیں جانتی اس عنایت کا کیونکر شکریہ ادا کروں۔ کہ تم اپنے وقت کا بڑا حصہ۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ سبھی حصہ میرے لئے وقف کرتے ہو۔۔۔"

"ایتھل سچ جانو۔ تمہاری خوشنودی مزاج مجھے ہر چیز پر مقدم ہے۔" ارل نے جواب دیا "مگر یہ تو کہو ہمارے دور عیش کا آغاز کب سے ہوگا؟ نشاط کی گھڑیاں کب سے شروع ہوں گی؟" یہ سوال اس نے محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے پوچھا کہ وہ باہمی تعلق کی زنجیروں کو جلد تر مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ گو اس کے ساتھ یہ بھی اسے منظور نہ تھا۔ کہ ایتھل کو جبر و تشدد کا گمان ہو۔

"پیارے ایڈولفس وہ وقت اب دور نہیں۔" ایتھل نے اپنا خوشنما سر پیار سے اس کے شانہ پر رکھتے ہوئے کہا "سچ جانو وہ زبردست محبت جو کبھی میرے دل میں تمہارے لئے تھی۔ اب پھر تازہ ہو رہی ہے۔"

"میری قسم؟" ایڈولفس نے ایسے لہجہ میں جس سے حقیقی محبت کا گمان ہوتا تھا۔ کہا حالانکہ اس کی مسرت محض اس لئے تھی۔ کہ وہ سمجھتا تھا باہمی تعلق مضبوط ہونے پر یہ عورت میرے تابع فرمان رہنے پر مجبور ہوگی۔ اور سابق کی طرح میری صحیح بنی حیثیت ظاہر کرنے کی دھمکی نہ دے سکے گی۔

"ایڈولفس پیارے۔ میں دل و جان سے تمہاری ہوں۔" ایتھل نے بدستور پیار کرتے ہوئے کہا "جب حکم دو گے خدمت بجا لاؤں گی۔"

ایڈولفس نے اس کی نازک کمر میں بازو ڈال کر پیار سے اپنی طرف کھینچا۔ اور اس کے رخسار تاباں پر بے شمار بوسے دیئے۔ خدا معلوم یہ دیہات کی تازہ ہوا کا اثر تھا یا سیر و تفریح کا جس کے یہاں کافی موقعے حاصل تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اصلاح صحت کا نتیجہ ہو۔ یا ان سب حالتوں کے اجتماع کا۔ بہرحال پچھلے سات آٹھ دن میں بلوم فیلڈ رہ کر ایتھل کی طبعی حالت میں تغیر عظیم واقع ہو گیا تھا۔ اس میں شک نہیں مصائب حال کے آثار اس کے خوشنما

چہرہ پر اب تک باقی تھے جسم بھی پہلے سے لاغر ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود مست نیلی آنکھوں کی چمک۔ لبھائے نازک کے پردہ میں دُر دنداں کی سپیدی اور ملائم بھورے بالوں کی ضیا و تابش پھر بحال ہونے لگی تھی۔ چنانچہ جس وقت ایڈولفس نے اسکو محبت سے اپنی طرف کھینچا تو ایک بار تو اس کے دل میں بھی اگلی محبت کے ولولے تازہ ہو گئے۔ اگرچہ فوراً ہی اس تکرار کی رنجیدہ یاد نے جو ایام گذشتہ میں کئی بار ہو چکی تھی۔ جذبات عشق کی بیداری کو اس طرح مغلوب کر دیا۔ جیسے رات کی تاریکی شام کے دھندلکے کو ناقابل محسوس طریق پر جذب کر لیتی ہے۔

لیکن یہ تبدیلی جو اس کے دل میں ہو رہی تھی۔ اس کا اظہار چہرہ پر نہیں ہوا۔ دل پھٹ چکا مگر لبوں پر تبسم موجود تھا۔ جیسا ناظرین سمجھ گئے ہوں گے وہ اپنے فائدہ کے لئے ایک گہری چال چل رہا تھا۔ اسی لئے ظاہر میں عاشقانہ رویہ اختیار کر کے محبت کی نمائش کرتے ہوئے۔ دل کے احساس نفرت و حقارت کو احتیاط سے چھپائے جاتا تھا۔ اتھل نے ایک بازو اس کے شانہ پر رکھ دیا تھا۔ اور چونکہ وہ بیٹھا اور یہ اس کے پاس کھڑی یا اور صحیح لفظوں میں اس کی گود میں جھکی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کے چہرہ کو بغور دیکھ سکتی تھی۔ کونسٹس کے اپنے چہرہ پر تبسم اور آنکھوں میں عشق کی مستی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر ایڈولفس نے دل سے کہا "ضرور اس کے دل میں وہی اگلی محبت پھر پیدا ہو رہی ہے۔"

یکایک خاتون نے کہا "آؤ ایڈولفس سیر کو چلیں۔ دیکھو تو موسم کتنا خوشگوار اور ہوا کیسی فرحت بخش ہے۔ آج تمہاری ریاست کا وہ حصہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ جہاں قدرت کی اصلی دلفریبیاں اب تک قائم ہیں جنگل کے درختوں کو ان کی اصلی حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور آب مصفا کی خوشنما پہاڑی ندی ان کے سایہ میں بہتی ہوئی چلتی ہے۔"

"کیا اس ندی کا ذکر کرتی ہو جس پر ایک نکما سا پل بندھا ہوا ہے۔ اور لوگ اسے دوشیزہ کا پل کہتے ہیں؟" ارل نے پوچھا۔

"بس وہی" اتھل نے جواب دیا۔ اور صحیح معشوقانہ انداز سے بازو چھڑا کر دوڑتی ہوئی دروازہ کی طرف چلی گئی۔

کہنے لگی "میں ایک منٹ میں ٹوپی اور شال پہن کر آتی ہوں۔ تم بھی میرے آنے تک تیار رہو۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد دونو سیر کے لئے نکلے۔ نو کونسٹس ایڈولفس کے بازو پر جھکی ہوئی

تھی۔ رخسار تمبول سے زیادہ سرخ تھے۔ اور آنکھیں عشق و مسرت سے چمک رہی تھیں۔

بہت سہانا سماں تھا۔ سورج کی کرنیں ہر چیز کو ضیا و تابش دے رہی تھیں۔ اور بادِ نسیم کے جھونکے دھوپ کی تمازت کم کر کے موسم میں اعتدال پیدا کرتے تھے۔ دونو خراماں خراماں ایک وسیع باغ سے گذرے۔ پھر کئی کھیتوں کو عبور کر کے اس ندی کی طرف ہو لئے۔ جو تھوڑی دور جنگل میں بہتی تھی۔

رستہ میں اتھیل نے اپنے دلدار کو نظر محبت سے دیکھ کر کہا "پیارے ایڈولفس کیا اسی بل کی نسبت دیہات کے لوگوں میں وہ عجیب روائت مشہور ہے ...؟"

"ہاں اسی کی۔" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "اس روائت کی وجہ سے ہی تو اس کا یہ نام مشہور ہوا ہے۔"

"افسوس اس کی کہانی میں نے نہیں سنی۔" کونسٹنس نے جواب دیا اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک جنگلی پھول کو جو پک ڈنڈی کے ایک جانب اگا ہوا تھا۔ جھک کر توڑ لیا۔ پھر اسکی پنکھڑیوں کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہنے لگی۔ "وہ روائت کیا مجھے نہ سناؤ گے؟"

اس کا انداز شوخ اور بیباکانہ تھا۔ کم از کم ایڈولفس کو یہی معلوم ہوا۔ مگر اسے دہات کی روح پرور ہوا اور طبیعت کی اصلاح کا نتیجہ سمجھ کر اس نے اسے فوراً نظر انداز کر دیا۔

"کیا واقعی تم نے وہ روائت نہیں سنی؟" اس نے پوچھا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے۔ تم اس سے پہلے کئی بار بلوم فیلڈ آ چکی ہو۔"

"میں فقط ایک بار ان کے ساتھ یہاں آئی تھی۔" کونسٹنس نے نرم لہجہ میں کہا۔ "مگر ہمارا قیام اتنا مختصر تھا۔ کہ ضروریات سے ہی فراغت نہ ہو سکی۔ میں نے سنا تھا اس مقام کی نسبت ایک روائت مشہور ہے۔ مگر میں اسکی تفصیل نہ سن سکی۔ علاوہ بریں۔" اس نے آنکھوں سے مسکرا کر کہا۔ "ایسی کہانیاں پیار کے سرور انگیز لفظوں میں ہی دلکش معلوم ہوتی ہیں۔"

ایڈولفس کونسٹنس کے مزاج کی تبدیلی سے بہت خوش ہوا۔ جب سے سابق ارل کی موت واقع ہوئی۔ وہ کبھی اتنی خوش و خرم نہ دیکھی گئی تھی۔ اس موقعہ پر اسے یقین ہو گیا۔ کہ اب یہ بہت جلد دل و جان سے میری ہو جائے گی۔ اس کی بڑھتی ہوئی خوش طبعی کو دیکھ کر اس کا بہت کم اندیشہ تھا کہ پھر کبھی جھونجل میں آ کر ویسے ایثار کا مطالبہ کرے گی۔ جیسا ایک بار پیشتر کیا تھا۔

مسکرا کر کہنے لگا۔ "اگر وہ قصہ میری ہی زبان سے لطف دے سکتا ہے۔ تو لاؤ میں ہی اس کو بیان کرتا ہوں۔ جب تم نے میرے کمال داستان گوئی کی اتنی تعریف کی۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ میں تعمیل حکم سے انکار کروں۔ اس ندی کو غالباً تم نے پہلے بھی دیکھا ہوگا۔ کسی پہاڑی علاقہ میں ہوتی۔ تو نہیں معلوم کتنی خوفناک ہوتی۔ کیونکہ میدان میں بھی اس کا پانی بہت تیز گہرائی خطرناک اور دونو کنارے کئی فٹ کی بلندی تک عمودی ہیں۔ کیا میں ٹھیک کہتا ہوں؟"

"میرے خیال میں ٹھیک یہی کیفیت ہے۔" ایتھل نے جواب دیا۔ "مگر اس بارہ میں پورے حالات مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ گو اس جگہ کو دیکھے بمشکل ڈیڑھ سال گذرا ہے۔"

"تم دیکھ لوگی میرا بیان کس حد تک صحیح ہے۔" ایڈولفس نے کہا۔ "مگر کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے خطرناک مقام پر کسی نے ایسا پل باندھا ہے۔ جس پر چلنا بالکل غیر محفوظ ہے۔"

"اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پل پر آمد و رفت کم ہے۔ اس لئے کسی نے اصلاح کی کوشش نہیں کی۔"

"سابق اول اور ان کے والد نے ریاست میں بیشمار اصلاحیں کیں۔ مگر اس نکمے چوبی پل کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔" ایڈولفس نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کل ہی اس کی جگہ نئے پل کی تیاری کا حکم دیدونگا۔"

"مگر اس سے منظر کی خوبصورتی بگڑ جائے گی۔" ایتھل نے کہا۔ "ساتھ ہی روایت کی دلچسپیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔"

"مگر ایتھل ایسے خطرناک پل کو قائم رکھنا بھی تو حماقت ہے۔" ایڈولفس نے جواب دیا "اسکی چوڑائی بمشکل ایک گز اور صرف ایک جانب سہارا موجود ہے۔ یعنی اگر کوئی بدنصیب نشہ کی حالت میں گذرے یا دفعتاً اس کے دماغ میں چکر آجائے تو پورے پچاس فٹ کی بلندی سے ندی میں جا گرے۔ اور پھر اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ جیسا میں نے بیان کیا ہے دونو کنارے دیوار کی طرح سیدھے اور عمودی ہیں۔۔۔"

"تب تو وہ ضرور خطرناک ہے۔" ایتھل نے تسلیم کیا۔ "اور شاید بہتر ہوگا کہ اس کی جگہ ۔۔۔ مگر آؤ نئے پل کا انتظام پھر سوچیں گے۔ آج تو میں اس پہلے پل کی کہانی سننا چاہتی ہوں"

"ایسی روایتیں عام طور پر دو تین سو سال پہلے کی ہوا کرتی ہیں۔" ایڈولفس نے مسکرا کر کہا۔ "مگر اس پل کا قصہ صرف پچھلی صدی کے آخری حصہ سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ کہانی سچی ہے

اس لئے وہ مکان بھی جن کا اس سے تعلق ہے۔ اب تک ندی کے پاس موجود ہیں۔ قصہ یوں ہے کہ ندی کے کنارہ دو کاشتکار پاس پاس رہا کرتے تھے۔ اور شاید اب بھی ان کی اولاد انہی گھروں میں رہتی ہے۔ ایک سن رسیدہ میاں بی بی ایک میں۔ اور دوسرا عمر رسیدہ جوڑا دوسرے میں رہتا تھا۔ ایک گھر کا بیٹا بہت شکیل و وجیہ تھا۔ یا کم از کم راویوں کا بیان اسی طرح ہے۔ کیونکہ جب تک کسی مرد میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔ وہ کسی داستان کا ہیرو نہیں بن سکتا۔ علاوہ بریں ایسے ہی رنگیلے مرد عورتوں سے بیوفائی کیا کرتے ہیں۔ بہرحال ایک گھر میں ایک شکیل لڑکا اور دوسرے میں نہایت حسین و جمیل لڑکی رہا کرتی تھی۔ اور جیسا اس طرح کی کہانیوں میں عموماً ہوا کرتا ہے۔۔۔"

"مگر تم ابھی کہہ رہے تھے۔ کہ یہ کہانی بالکل سچی ہے۔" ایتھل نے ہنس کر کہا۔ "پھر کیا بات ہے کہ اب اسے ایک فرضی قصہ کی حیثیت میں بیان کر رہے ہو؟"

"کہانی بے شک سچی ہے" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "مگر میں اسے قصداً اس انداز لطیف سے بیان کر رہا ہوں۔ کیونکہ اس وقت تمہاری طرح میری روح میں بھی خوشی کی ترنگیں اٹھ رہی ہیں ورنہ کہانی کا انجام خوشگوار نہیں۔ بہرحال جیسا میں بیان کر رہا تھا۔ اس شکیل نوجوان کی اس حسین لڑکی سے محبت ہو گئی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ شام کو دونو سیر کرنے جاتے اور کسی نامعلوم وجہ سے عموماً اسی پل پر ملا کرتے تھے۔ جہاں بہتی ہوئی ندی کی پرشور آواز میں بار بار محبت کے عہد و پیمان تازہ کئے جاتے تھے چند ماہ تک یہی حال رہا۔ حتے کہ ایک دن وہ جوان جو کوئی متلون مزاج آدمی تھا۔ دوسرے گاؤں کی ایک اور حسینہ پر جو اس جگہ کے کسی دوکاندار کی بیٹی تھی فریفتہ ہو گیا دوسری کا خیال دل میں جاگزین ہونے پر پہلی سے بے رخی اور سرد مہری کا سلوک شروع ہوا وقت کا بڑا حصہ صحبت تازہ میں بسر ہوتا تھا اور پہلی محبت کا نقش محو ہوتا جا رہا تھا۔ خدا معلوم اس تبدیلی کی وجہ کیا تھی۔ ممکن ہے وہ ایک تاجر بیٹی کو کاشتکار کی بیٹی پر ترجیح دیتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے ہے کہ اسکو پہلی سے وہ محبت نہ ہو۔ جو دوسری سے تھی۔ مگر وجہ کچھ ہو امر واقعہ یہ ہے کہ اس نے رفتہ رفتہ پہلی سے تغافل اور دوسری سے تعشق جاری رکھا۔ پہلی عورت نے اس بڑھتی ہوئی سرد مہری کو دیکھا تو نہ اسے ملامت کی نہ کچھ شکایت مگر ہر وقت افسردہ و پژمردہ رہنے لگی۔ وہ قصداً اس سے پرے رہتی تھی کیونکہ دکانداروں اس شخص سے ملنے کی اجازت نہ دیتا تھا جس کے دل میں اس کی محبت ختم ہو چکی تھی۔ اس کے چند ماہ بعد دوسری لڑکی سے اس کے نکاح کی تاریخ

مقرر ہوئی۔ اور چونکہ دیہات میں ایسی شادیاں غیر معمولی چہل پہل کا موقعہ ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے ہر شخص کی زبان پر اس شادی کا چرچا تھا۔ داستان لمبی ہے۔ لیکن مختصر یہ کہ آخر کار وہ دن قریب آ گیا۔ جب رسم شادی ادا ہونیوالی تھی۔ اس سے پہلی شام دولہا نئی منگیتر سے مل کر اس خیال سے تیز چلتا مکان کی طرف آ رہا تھا۔ کہ کل کی تیاریاں جلد مکمل کر لی جائیں رات کے نو بجے تھے اور ہر طرف چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ امید وصل سے مسرور عاشق وادی سے گذر کر اپنے مکان کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ناگاہ کیا دیکھتا ہے ایک عورت آہستہ چلتی ہوئی سامنے اس کی طرف آ رہی ہے۔ یہ وہی بدنصیب لڑکی تھی جس سے اس نے بے وفائی کی۔ پاس آ کر کہنے لگی۔ میں تمہیں اس بیوفائی پر ملامت کرنے نہیں آئی طبیعت ہے جس پر آ گئی آ گئی۔ پس عہد گذشتہ کی یاد تازہ نہ کرتے ہوئے میں تم سے ایک درخواست کرنے آئی ہوں۔ نوجوان نے اس کی حالت زار دیکھی۔ تو بہت محجوب و مغموم ہوا کہنے لگا۔ بتاؤ وہ کیا درخواست ہے؟ میں تمہارا کہا نامنظور نہ کروں گا۔ وہ بولی ہمنے خدائے پاک کے سامنے عشق و وفا کے دوام کا عہد کیا تھا۔ چونکہ وہ عہد اب تک فسخ نہیں ہوا۔ اس لئے مناسب ہے کہ شادی سے پہلے میں تمہیں اور تم مجھے اس عہد سے آزاد کر دو۔ خواہش ہے کہ یہ غمناک رسم اسی مقام پر ادا کی جائے۔ جہاں وفا کا اقرار ہوا تھا۔ بس اتنی ہی درخواست ہے۔ منظور کر لو۔ تو میں تا زیست احسان مند رہوں گی۔ اور نہ کرو گے تو بھی شکائت نہیں۔ نوجوان بیحد صدمہ ذہنی سے اس کا دماغ چل گیا ہے۔ عورت کی حالت پر بہت رحم آیا۔ اور اس نے درخواست منظور کر لی۔ چنانچہ دونو چپ چاپ پہلو بہ پہلو چلتے ندی کے پل کی طرف ہو لئے۔ مگر اس حالت میں بھی ایک کا ہاتھ دوسرے سے نہیں چھوا۔ ایک گڈریے کا لڑکا جو انہیں پہچانتا تھا۔ بھیڑیں چراتا پھر رہا تھا۔ محویت میں انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ مگر وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہا۔ جب وہ پل کی طرف روانہ ہوئے تو رفع استعجاب کے لئے وہ بھی ان کی نظروں سے چھپ کر پیچھے ہو لیا۔ رفتہ رفتہ وہ پل پر پہنچ گئے اور چرواہے کا لڑکا ایک درخت کے سایہ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں سے وہ چاند کی روشنی میں سب حال دیکھتا جاتا تھا۔ دونو چپ چاپ پل کے وسط تک پہنچ گئے۔ ایک ثانیہ کے لئے چاند ابر سیاہ کے ٹکڑے میں روپوش ہوا۔ اس کے ساتھ [illegible] کی آواز دردناک لہجہ میں یہ کہتی سنائی دی۔ پیارے مجھکو معاف کرنا۔ اس کے بعد پہلے ایک خوفناک چیخ پھر کسی کے دھم سے پانی میں گرنے کی آواز سنائی دی۔ جس کے تھوڑی دیر بعد خاموشی ہو گئی۔ دوسرے دن

ان کی لاشیں پُل سے تین میل فاصلہ پر اس حالت میں پائی گئیں۔ کہ عورت کے دونو بازو عاشق بے وفا کے گلے میں اسی مضبوطی سے پڑے ہوئے تھے۔ جس سے اس نے اس وقت ڈالے تھے جب وہ اسے اپنے ساتھ لے کر پل سے ندی میں کود گئی۔"

"آہ! یہی وہ روایت ہے جسے لوگ اس پُل سے منسوب کیا کرتے ہیں؟" ایتھل نے کہا "قصہ دردناک ہے مگر واقعات غیر اغلب و ناقابل یقین معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا اس لئے کہ ایسے افسانے ہمیشہ جھوٹے ہوا کرتے ہیں؟" ایڈولفس نے پوچھا۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ کہانی ایسی نہیں کہ سننے والا اس پر فوراً یقین کرے۔" کونٹس بے جواب دیا "اس کی تفصیلات عجیب اور روزمرہ سے بعید ہیں۔"

"لیکن اگر اس کے واقعات روزمرہ کے مطابق ہوتے تو دلچسپی کہاں رہتی؟" ارل نے مسکراتے ہوئے کہا "اسے لو۔ پل بھی آگیا۔"

گذشتہ چند منٹ سے وہ پگ ڈنڈی پر چلتے ہوئے بلند جھاڑیوں کے اندر سے گذر رہے تھے۔ جن کے سایہ میں پل نظروں سے چھپا ہوا تھا۔ مگر اب یکایک سامنے آگیا قریباً بارہ گز فاصلہ پر بہتی ہوئی ندی کا شور پوری طرح سنائی دیتا تھا پل کے پاس کھڑے ہو کر ایڈولفس نے کہا "کیا دلفریب منظر ہے! میرے خیال میں اس جگہ نیا پل بنانا گناہ ہوگا"

"میرا اپنا بھی خیال ہے۔" ایتھل نے کہا "نہیں پیارے ایڈولفس میں کبھی تم کو اس پل کے بدلنے کی اجازت نہ دوں گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ پل کے سرے پر جہاں سے ندی کا عمق صاف طور پر نظر آتا تھا۔ کھڑی ہوگئی۔

"پھر بھی اس کے دوسری جانب سہارا بنوانے میں کچھ حرج نہیں۔" ارل نے کہا "موجودہ صورت میں اس پر چلنا خطرناک ہے۔"

"خطرناک! بالکل نہیں۔" کونٹس نے ہنس کر کہا "مگر یہ تو کہو وہ مکان جن میں اس قصہ کے آدمی رہا کرتے تھے کہاں ہیں؟..."

"وہ ندی کے دوسری جانب ایک باوٹہ پر اب تک موجود ہیں۔" ارل نے جواب دیا "اور یہ وہ درخت ہے جس کے سایہ میں کھڑے ہو کر گڈریے کے لڑکے نے سب حال دیکھا تھا۔"

"میں ضرور ان مکانوں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔" ایتھل نے شوخی سے کہا "اور اس مقام

کو بھی جہاں اس ہمت دار عورت نے بیوفا عاشق کو شادی سے ایک رات پہلے اپنے ساتھ ہلاک کیا۔"

"ایتھل یہ پل بہت خطرناک ہے۔" ایڈولفس نے کہا "چل سکو گی؟"

"وہ اس میں بھی کیا کچھ بہادری درکار ہے!" ایتھل نے ہنس کر کہا "تو میں تمہارے آگے چلتی ہوں۔"

اور یہ کہہ کر پل پر ہولی۔

ارل بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتا تھا مگر کونٹس اس سبک خرامی سے چل رہی تھی کہ اس کا پاؤں پل کے فرش سے لگتا نظر نہیں آتا تھا۔ سہارے کو پکڑے بغیر وہ اس کے وسط میں پہنچ گئی اور اس جگہ پل کی دیوار کھیا تھ لگ کر ندی کے تیز پانی کو جس کے اڑتے ہوئے جھاگ سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر میں ایڈولفس بھی اس کے پاس جا پہنچا تو وہ دفعتاً مڑ کر کہنے لگی "شاید یہی وہ مقام ہے۔ جہاں روائت کا سانحہ پیش آیا تھا۔"

"صحیح حال کو کس کو معلوم ہو سکتا ہے" ایڈولفس نے جواب دیا۔ "بہرحال قصہ یہی ہے کہ غرقابی کا واقعہ ندی کے وسط میں ہوا تھا۔"

"بس تو وہ مقام یہی ہوگا۔ جہاں ستم رسیدہ لڑکی نے اس بیوفا عاشق کی گردن میں بازو ڈالے تھے۔ جو اس کی راحت و امید برباد کرنے کا ذریعہ بنا۔"

"غالباً یہی ہوگا۔" ارل نے تسلیم کیا۔ اور وہ بھی منہ پھیر کر پل کے اس طرف ندی کا پانی دیکھنے لگا۔ جدھر سہارا موجود نہ تھا۔

"تو پیارے ایڈولفس مجھکو بھی معاف کرنا۔" دفعتاً ایتھل نے کہا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے دونو بازو ارل کی گردن میں ڈال دیے۔ اور انہیں بزور کس کر ندی میں کود گئی۔ ایڈولفس کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی۔ اور اس نے بچاؤ کے لئے زوردار جدوجہد کی۔ مگر بے سود۔ ایتھل کا وار اتنا اچانک تھا کہ سنبھلنا غیر ممکن ہو گیا۔ اور دونو تیز رو ندی کے گہرے پانی میں گر پڑے۔ ارل کی خوفناک چیخوں سے تمام وادی اور پاس کے مقامات گونج اٹھے۔ مگر ایتھل کے ان الفاظ کے سوا "تو پیارے ایڈولفس مجھکو بھی معاف کرنا۔" کوئی دوسرا لفظ سنائی نہ دیا۔ پانی میں گرنے سے ایک مدھم خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ پھر ندی کا تیز پانی

انہیں اس حالت میں اپنے ساتھ بہالے گیا کہ کرنٹس کے بازو ایڈونس کی گردن میں زنجیر آہنی کی طرح پیوست تھے اور اس کے لئے ان کی گرفت سے نکلنا قطعاً غیر ممکن تھا!

باب ۸۴

سنگ مزار

ہمارے ناظرین ویسٹ مورلینڈ کے اس خوشنما چھوٹے سے گاؤں کو بھولے نہ ہوں گے جہاں بر کرنے جو نیتھن کا رنابی کی نیابت حاصل کی تھی۔ اب ہم پھر اسی گاؤں کی طرف چلتے ہیں۔

صبح کا وقت تھا اور ایک عورت جیسی وضع کا لباس پہنے قبرستان کے وسط میں کھڑی اس لوح مزار کو دیکھ رہی تھی جس پر فقط "اکتوبر ۱۸۳۰ء" کے الفاظ کندہ تھے۔ اب اس کی آنکھوں میں وحشت نہ تھی۔ نہ ان میں بے چینی اور اضطراب پایا جاتا تھا۔ البتہ افسردگی کی تیز اور نمایاں جھلک ان کے اندر موجود تھی۔ وہ بہت دیر تک چپ چاپ کھڑی ہوئی اس پتھر کو دیکھتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا یہ کتبہ اس کے لئے خاص دلچسپی رکھتا ہے یا اسکی تاریخ بعض ایسے واقعات کی یاد سے وابستہ ہے۔ جو اب اس کے دماغ میں تازہ ہو رہے ہیں۔

ناظرین اس سے بیشتر دیوانی جین کی شخصیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب کسی رازداری کی ضرورت نہیں۔

یہ عورت وہی پگلی جین تھی جس کے دماغ میں اوقات مختلف پر اچانک حیرت خیز فراست پیدا ہو جاتی تھی۔ گو عام حالات میں اس کے حواس مختل رہا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں لیٹس راڈنے کے خلاف مقدمہ چل رہا تھا۔ تو اس نے یکایک ہوش میں آکر وہ اطلاع بہم پہنچائی جس کی بدولت مقدمہ کی تاریخ میں انقلاب عظیم واقع ہو گیا۔ اب بھی جس وقت وہ قبرستان میں کھڑی سنگ مزار کو دیکھ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہی تازگی اس کے دماغ میں پھر پیدا ہو گئی ہے۔ اس وقت کوئی اس کے پاس ہوتا۔ تو وہ یقیناً معلوم کرتا کہ نگاہ کی افسردگی کی تہ میں ایک عجیب باطنی جوش و اضطراب موجود ہے۔ جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ بدنصیب عورت اپنے خیالات سلجھانے اور واقعات گذشتہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے بزور کوشش کر رہی ہے۔

یکایک اپنے ہی دل سے مخاطب ہو کر اس نے ہلکی آواز سے کہا۔ "اس نے اس قبر میں ایک غریب دیوانی عورت کے دفن ہونے کا ذکر کیا تھا۔ مگر وہ عورت میری بدنصیب بیگم کے سوا کون ہو گی۔ جو ناقابل برداشت صدموں کے اثر سے دیوانی ہو گئی۔ تاریخ جو اس پتھر پر کندہ ہے... آہ! میرے خیالات پھر الجھنے شروع ہوئے... افسوس اب میں اس معمے کو حل نہیں کر سکتی۔"

اس نے افسردگی سے آہستہ آہستہ منہ پھیر لیا۔ عین اس وقت بڈھا جونیتھن برکر کے ساتھ قبرستان کے پھاٹک کی طرف آتا نظر آیا۔

"آہ!" دیوانی عورت نے چونک کر کہا۔ "یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی مجھے تلاش تھی... جس طرح وہ اس رات اکٹھے تھے۔ جب ان کے الفاظ نے میرے دل میں نئے خیالات پیدا کئے۔ اسی طرح آج ہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے وہی دیوانی عورت آج پھر آنکلی ہے۔" جونیتھن نے اسے دیکھ کر کہا "خدا جانے کس لئے گاؤں کے پاس پاس پھرتی ہے۔ میرے خیال میں اس کے رہنے کی جگہ معلوم کر کے اسے وہیں بھیجوا دینا چاہئے۔ یہاں والوں کو کیا پڑی ہے۔ کہ اس کا خرچ اپنے اوپر لیں۔"

"مسٹر کارنابی اس عورت کا ضرور کچھ بندوبست کیجئے۔" برکر نے کہا۔ "جائیے اسے سمجھا دیجئے... ارر را بھاوڑہ تو وہیں رہ گیا۔ میں اسے لیکر ابھی آتا ہوں۔"

"جاؤ۔ جلدی کرو۔" بڈھے گورکن نے کہا۔ اور خود جین کی طرف ہو لیا۔ جس نے پچاس گز کے فاصلے سے اس گفتگو کو بالکل نہیں سنا۔"

برکر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ پھاوڑہ لانے کے بہانے سے جھونپڑی کی طرف چلا گیا۔ دیوانی کے پاس جا کر جونیتھن نے کہا۔ "غریب عورت معلوم ہوتا ہے تم خانماں برباد اور آوارہ گرد ہو..."

"آوارہ! بے شک میں آوارہ گرد ہوں" عورت نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ آوارہ گردی جس کی تقدیر میں لکھی ہے۔ اس کو کبھی چین حاصل نہ ہو گا۔ مگر خانماں برباد میں بالکل نہیں ہوں۔ جس جگہ پناہ حاصل کرنا چاہوں کر سکتی ہوں۔ کون ہے جو مجھ غریب کو پناہ دینے سے انکار کرے گا؟ علاوہ بریں۔" اس نے رک کر کہا۔ "اگر اخراجات کی ضرورت ہو تو میں وہ بھی ادا کر سکتی ہوں۔"

اتنا کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور بہت سے چاندی اور تانبے کے ملے جلے سکے ہاتھ میں لے لئے۔

بڈھے گورکن نے خیال کیا کہ اس کی مٹھی میں پونڈ بھی چمک رہے ہیں۔ مگر جین نے فوراً ہی سکوں کو پھر جیب میں رکھ لیا۔ اور کہنے لگی "دیکھو لو۔ میں غریب نہیں ہوں۔ اگرچہ تمہارے لفظ یہی ظاہر کرتے ہیں۔"

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ تمہاری گذر لوگوں کی خیرات پر نہیں ہے۔" جوئیتھن نے جواب دیا۔ "مگر کیا وجہ ہے تم دوستوں رشتہ داروں کے پاس نہیں رہتی ہو۔ حالانکہ نقدی کی موجودگی ظاہر کرتی ہے۔ تم دنیا میں یکہ و تنہا نہیں ہو۔۔۔"

"میرے دوست بہت ہیں۔" جین نے کہا۔ "اور وہ میرے لئے سب کچھ کرنے کو تیار بھی ہیں۔ مگر میری بے قرار روح کہیں ٹھہرنے نہیں دیتی۔" پھر آگے بڑھ کر کارنابی کی طرف پُراسرار نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے ہلکی آواز سے کہا۔ "تمہیں معلوم نہیں کہ جو مجھے کسی مقام پر رہتے ہوئے بہت دن ہو جاتے ہیں۔ تو کوئی خفیہ آواز میرے کان میں کہتی ہے جاؤ پھر وہی آوارہ گردی شروع کرو جسے تم ڈھونڈتی ہو۔ وہ اسی طرح مل سکتی ہے۔"

"مگر وہ کیا ہے جسے تم تلاش کر رہی ہو؟" بڈھے گورکن نے بدنصیب عورت کی حالت پر رحم کھا کر پوچھا۔

جین چپ ہو گئی۔ جوئیتھن کا سوال اس نے یا تو سنا ہی نہیں۔ یا سنا تو اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ قریباً ایک منٹ خاموش رہی۔ آخر کار اس نے پھر اسی سنگ مزار کی طرف دیکھا۔ جس پر مختصر اور پراسرار کتبہ درج تھا۔ اور پوچھنے لگی "یہ کس کا مزار ہے؟"

"ایک غریب عورت کا جس نے اس گاؤں میں بڑے رنجدہ حالات میں جان دی تھی۔" کارنابی نے جواب دیا۔

"یاد آگیا۔ اس رات بھی تم نے کچھ ایسا ہی کہا تھا۔" جین نے جلدی سے کہا۔ "تم اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہے تھے۔ مگر افسوس! میرا حافظہ بہت خراب ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے پیشانی کو انداز حسرت سے دبایا۔

"اس رات بھی تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی تھیں۔" جوئیتھن کارنابی نے کہا۔ "ایسا ہو تو لاؤ میں تمہارے ہر ایک سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں۔"

جین نے سنگ مزار پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ "وہ عورت جو اس قبر میں دفن ہے کیا وہ بحالت دیوانگی مری تھی؟ غالباً اس روز تم نے اس کی دیوانگی کا ہی ذکر کیا تھا۔ ہاں تم نے کچھ اسی طرح کے الفاظ کہے تھے۔" بدنصیب عورت نے واقعات گذشتہ کی یاد تازہ ہونے پر خوشی سے کہا۔

"میں نے کچھ جھوٹ نہیں کہا تھا۔" جونتھن کارنابی نے جواب دیا۔ "داستان بہت افسوسناک ہے۔ لیکن اگر تم اسے سمجھ لو تو میں . . ."

"میں سمجھ لوں گی۔" جین نے قطع کلام کرکے کہا۔ "آپ میرا دماغ روشن ہے۔ خیالات میں بھی یکسوئی آچکی ہے۔ اس لئے کہئے میں وہ داستان ضرور سننا چاہتی ہوں۔ جلدی کرو ایسا نہ ہو۔ میرے دماغ پر پھر وہی دھند چھا جائے۔"

"دیکھو اس پتھر پر اکذ بر سنہ ۱۸۳۰ء لکھا ہوا ہے۔" گورکن نے کہا۔ "اس سے قریباً آٹھ ماہ پہلے کا ذکر ہے کہ میں صبح کو ایک شادی کے سلسلہ میں گھنٹہ بجانے کے لئے گرجا آرہا تھا۔ کہ ایک عورت کو قبرستان میں اوندھا پڑے ہوئے دیکھا۔ پاس جاکر اٹھایا تو پہلے خیال ہوا مر چکی ہے۔ کیونکہ رنگت لاش کی طرح زرد اور بدن ٹھنڈا تھا۔ مگر اوہ! کتنی خوبصورت تھی!"

"واقعی بہت خوبصورت تھی۔" جین نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن آگے کہو۔ کیا اس کے بال سیاہ تھے؟ لمبے ریشمی اور گھومے ہوئے؟"

"افسوس اس وقت اس کے سر پر بہت کم بال تھے۔" گورکن نے جواب دیا۔ "کیونکہ کسی نے ان کو کاٹ دیا تھا . . ."

"ہائے! ایسے خوشنما چمکیلے بالوں کو کس بے درد نے کاٹا ہوگا۔" دیوانی عورت نے افسوس سے ہاتھ جوڑ کر غصہ سے کانپتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسے پہچانتی ہو؟" جونتھن نے جلدی سے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے وہ کون تھی؟"

"اس کا ذکر پھر کریں گے۔" جین نے بے صبری سے کہا۔ "سردست باقی حال کہو۔"

گورکن نے یہ معلوم کرنے کو اس کے چہرہ کی طرف بغور دیکھا کہ اس عورت کا دماغ کیا اب تک صحیح ہے۔ کیونکہ دیوانگی کا دورہ ہونے پر باقی حال کہنا بیکار تھا۔ آخر اس بارہ میں اطمینان کرکے بولا۔ "جیسا بیان کر رہا تھا میں نے پاس جاکر اس عورت کو اٹھایا۔ کپڑے

خراب اور میلے تھے، مگر اس حالت میں بھی صورت کہے دیتی تھی کہ کسی سے چھے گھرانے کی عورت ہے۔ وہ بیہوش تھی۔ میں اُسے اُٹھا کر پادری صاحب کے مکان پر لے گیا۔ مگر وہ اور ان کے رشتہ دار لنکا شائر کسی دوست سے ملنے گئے ہوئے تھے۔ گھر میں صرف ایک خادمہ تھی۔ اس نے اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ آخر اس کی توجہ سے بیکس عورت نے آنکھیں کھولیں۔

"آہ۔ وہ آنکھیں!" پگلی جین نے شوق سے کہا۔ "کیا وہ موٹی سیاہ چمکدار اور رسیلی نہ تھیں؟ وہ دلفریب آنکھیں مجھے اب بھی سامنے نظر آتی ہیں۔" اور یہ کہہ کر بدنصیب عورت سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔

"یہ عورت ضرور اس بدنصیب خاتون سے واقف ہوگی" جونیفن کا زبانی نے دل سے کہا۔ پھر اس خیال سے ایک دو منٹ چپ رہ کر کہ جین کا رنج کم ہو جائے۔ اس نے آہستگی سے کہا۔ "مجھے یاد ہے اس کی آنکھیں موٹی اور سیاہ تھیں۔ مگر تم ان کی چمک کا ذکر کرتی ہو شاید کسی زمانہ میں چمکدار رہی ہوں۔ بہرحال میں نے اسے دیکھا تو چمک مٹ چکی تھی۔ ان کا انداز طاوت بھی دھندلیں بدل چکا تھا۔۔۔"

"افسوس! افسوس!" جین نے بظاہر اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "خدا معلوم غریب نے کیسی تکلیفیں سہی اور کیا کیا رنج اٹھائے ہونگے۔ اس کے مقابلہ میں میری تکلیفیں ہیچ ہیں۔ مگر بڑے میاں تمہاری رائے میں کیا وہ دیوانی ہو چکی تھی؟"

"ہاں اس وقت وہ دیوانی ہی نظر آتی تھی" جونیفن نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر رک کر کہنے لگا۔ "مگر جیسا بیان کر رہا تھا۔ میں اُسے قبرستان سے اُٹھا کر پادری صاحب کے مکان پر لے گیا۔ جہاں ایک خادمہ نے اس کی تیمارداری کی۔ اور گو آثار زندگی تازہ ہو گئے۔ مگر حواس قائم نہ ہو سکے۔ اس کا دماغ ہل چکا تھا۔ واقعات حال سے اس کو اتنی ہی دلچسپی تھی۔ جتنی کسی چھ ماہ کے بچہ کو ہو سکتی ہے۔۔۔ مگر ٹھیرو۔ میں ایک بات کہنا بھول گیا۔ جب خادمہ اس کے کپڑے اُتار رہی تھی۔ تو دیکھا اس کے گلے میں سیاہ فیتہ سے سلا ہوا ایک چھوٹا سا مخملی بٹوہ کف دست کے برابر موجود تھا۔ میں تو اس وقت حاضر نہ تھا۔ مگر بعد میں اسی خادمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ جیسے ہی اس نے بٹوہ کو ہاتھ لگایا۔ دیوانی عورت نے وحشت سے اس کی دونوں کلائیاں پکڑ لیں۔ اور چیخ کر کہنے لگی۔ نہیں! نہیں! یہ میں کسی حال میں نہ دوں گی خادمہ کا منشا اس بٹوہ کو اپنے پاس رکھنے کا نہ تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً بدنصیب عورت کا

اطمینان کرا دیا۔ بس یہی ایک بات تھی۔ جس سے غریب دیوانی عورت نے کچھ دلچسپی ظاہر کی۔ اس یقین کے بعد کہ بڈھا محفوظ ہے۔ اس پر پھر وہی بے حسی طاری ہو گئی۔ ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے تشخیص کیا کہ اس کے حواس میں خلل آ چکا ہے۔ اور ذہن گذشتہ واقعات کی یاد سے عاری ہے۔ اسکی دماغی طاقت سلب ہو چکی تھی اور چونکہ سر کے بال کٹے ہوئے تھے۔ اسلئے ہم نے یہی سمجھا کہ کسی پاگل خانہ سے چھپ کر نکل آئی ہے۔ خیال تھا یہ معلوم کرنا دشوار نہ ہوگا کہ وہ پہلے کہاں رہتی تھی۔ لیکن جب اس کے پاؤں۔ جرابوں اور بوٹوں کی حالت دیکھی تو معلوم ہوا دور دراز کا سفر طے کر کے آ رہی ہے۔ بوٹ پھٹے ہوئے۔ جرابیں تار تار اور پاؤں کے تلوے زخمی اور خون آلود تھے۔"

دیوانی عورت کے منہ سے گہری سرد آہ نکلی۔ اور لڑکھڑاتے ہوئے اس قبر کے پاس جا گری جس کی لوح پر "اکتوبر ۱۸۳۰ء" کا مختصر کتبہ درج تھا۔ اس سے لگ کر زار زار رونے لگی۔ اس حالت میں کئی منٹ گذر گئے۔ جس کے بعد اس نے دوبارہ سر اٹھایا تو نگاہوں سے وحشت برستی تھی۔ اور چہرہ اتنا بگڑا ہوا تھا۔ کہ بڈھے گورکن کو فوراً محسوس ہوا کہ اب اس کے روبرو باقی قصہ بیان کرنا فضول ہے۔ عورت کے اپنے الفاظ نے اس خیال کی تصدیق کر دی۔

کہنے لگی "بس میں اس سے زیادہ سننا نہیں چاہتی۔ جو کچھ تم نے کہا۔ اس کی یاد اس جگہ نقش ہو چکی ہے۔" اور یہ کہہ کر اس نے پیشانی کو ہاتھ لگایا۔ "مگر اس وقت دماغ زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔" اب اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک صاف نظر آتی تھی "میں نے بہت سن لیا۔ اب پھر کبھی آ کر باقی حال سنوں گی۔ تم نے مجھے فقیرنی سمجھا تھا۔" اس نے ایک قدم چلنے کے بعد رک کر کہا۔ اور ساتھ ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر تین چار شلنگ نکالے پھر انہیں بڈھے جوئیتھین کی طرف پھینک کر کہنے لگی "جاؤ اس سے پگلی جین کا جام صحت پینا۔"

اتنا کہہ کر تیز چلتی ایک طرف کو روانہ ہوئی۔ اور گرجا کے موڑ پر بہت جلد بڈھے گورکن کی نظروں سے جو اس کی طرف گھور کر دیکھ رہا تھا۔ غائب ہو گئی۔

"عجیب عورت ہے!" اس نے جھک کر نقدی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "خدا کرے پھر واپس آ جائے۔ کیونکہ اس بدنصیب خاتون کے حال سے واقف معلوم ہوتی ہے... گو یہ بھی ممکن ہے کہ محض اپنی دیوانگی میں ایسا سمجھتی ہو۔ مگر اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ اس کے بالوں اور

آنکھوں کی رنگت تک معلوم ہوتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے بال جو اس بدنصیب کے سر پر باقی تھے۔ ان کی رنگت واقعی سیاہ تھی۔ حیرت ہے... مگر خیر۔ دیکھا جائے گا مجھے یقین ہے پگلی جین پھر بھی واپس آئے گی۔... ارے! پر میرا نائب کہاں ہے؟ اُسے گئے بہت دیر ہوگئی۔"

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ برکر پگلی جین کو دیکھتے ہی پہاڑہ لانے کے بہانے رخصت ہوگیا تھا۔ حقیقت میں یہ ایک بناوٹی عذر تھا۔ کیونکہ اُسے اچھی طرح یاد تھا۔ باقی اوزاروں کی طرح پہاڑہ بھی کل شام گرجا کے ایک کونے میں رکھ دیا گیا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ برکر کو دیوانی عورت کے روبرو آنا منظور نہ تھا۔ اس سے پیشتر جب ملازمت کی پہلی رات کو ہی وہ دفعتاً ایک قبر کے پیچھے سے نمودار ہوئی۔ تو برکر کے دل میں ایک بھیانک شبہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے جب تک کارنابی اور اس میں باتیں ہوئیں۔ یہ اس خیال سے چپ کھڑا رہا۔ کہ عورت میری آواز نہ پہچان لے اس کے بعد جب وہ دفعتاً اندھیرے میں بھاگ گئی۔ تو برکر کو اس خیال سے بہت خوشی ہوئی۔ کہ اب وہ دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرے گی۔ مضطرب دماغ کی ہدایت سے اس کے بے چین قدم کسی اور مقام کی طرف لے جائیں گے۔ ان حالات میں اس کے دوبارہ آنے سے برکر بہت گھبرا گیا۔ اور پہاڑہ لانے کا بہانہ کرکے وہاں سے کھسکا۔ کارنابی کی جھونپڑی میں پہنچکر وہ کھڑکی کی راہ سے قبرستان میں دونوں کو باتیں کرتے دیکھتا رہا۔ اور گو ان کے الفاظ نہ سن سکتا تھا۔ تاہم جین کے انداز اور اشاروں سے اس نے یہی معلوم کیا۔ کہ وہ سخت جوش کی حالت میں ہے۔ اس سے دل میں تشویش پیدا ہوگئی کہ ایسا نہ ہو۔ میری ہی نسبت باتیں کر رہی ہو۔ مگر اس کے بعد جب وہ پھر وہاں سے رخصت ہوگئی۔ اور بڈھا گورکن وہیں کھڑا ہوا پریشانی کی حالت میں دل سے باتیں کرنے لگا۔ تو برکر کی ہمت بحال ہوگئی۔

اپنے آپ سے کہنے لگا "گفتگو میری نسبت ہوتی تو دونو چپ چاپ علیحدہ نہ ہو جاتے بلکہ گاؤں میں شور مچا کر باؤلے کتے کی طرح میرا تعاقب شروع کر دیتے۔" یہ سوچکر وہ جھونپڑی سے نکلا۔ اور قبرستان میں بڈھے کارنابی کی طرف چلا۔ مگر سلسلۂ داستان جاری رکھنے سے پہلے ہم چند الفاظ میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ برکر کے اندیشوں کی صحیح نوعیت کیا تھی۔

لورپول کی عدالت سشن میں لیٹس راڈنے کے خلاف جس مقدمہ کی سماعت ہوئی تھی اس کے حالات برکر نے اخباروں میں دیکھ لئے تھے۔ اور چونکہ ان میں مقدمہ کے حالات کے علاوہ

اس عورت کا ناک نقشہ بھی درج تھا جس نے عدالت سے باہر رہ کر اپنی شہادت سے مقدمہ میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔ اس لئے پگلی جین کے حلیہ سے کسی حد تک واقف ہو چکا تھا اخباروں نے لکھا تھا وہ کوئی آوارہ گرد دیوانی عورت ہے جسے نواحات لورپول کے رہنے والے ایک عرصہ سے جانتے ہیں۔ اور عوام میں اس کا نام پگلی جین مشہور ہے۔ یہ سب حالات برکر نے اخباروں میں پڑھے تھے۔ کیونکہ صدر مقام کے پرچوں نے لورپول کے اخبارات سے اس مضمون کو مفصل نقل کر لیا تھا۔ چنانچہ جس وقت پگلی جین ڈوبرج کے قبرستان میں اچانک بڈھے کارنابی اور اس کے روبرو آئی تو برکر نے پہچان لیا۔ کہ یہی عورت ہے جس کی شہادت پر عدالت سشن نے لیٹس راڈنے کو رہا کر دیا۔ اور میری اور مسز ویبر کی گرفتاری عمل میں لائی گئی تھی۔ اس کے باوجود اسے اب تک یقین کامل نہ ہوا تھا کہ یہ عورت جو آجکل ڈوبرج کے نواحات میں پھرتی ہے۔ حقیقت میں پگلی جین ہی ہے۔ اس کے دل میں کچھ شبہات تو پیدا ہو چکے تھے۔ مگر وہ یقین کی حد تک نہ پہنچے تھے۔

جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ وہ اس عورت کو کارنابی سے جدا ہوتے دیکھ کر پھر قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ پاس جا کر کارنابی کے چہرہ کو غور سے دیکھا تو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ دونوں میں جو گفتگو ہوئی وہ میرے متعلق ہرگز نہ تھی۔

برکر کو دیکھ کر جونیتھن نے کسی قدر تلخ لہجہ میں کہا "پھاوڑہ ملا کیا؟ آخر اس کی تلاش میں اتنی دیر کیوں لگی؟"

"صاحب اس کے ڈھونڈنے میں واقعی دیر ہو گئی۔" برکر نے جواب "مگر اب یاد آیا کہ اسے تو بعض اور چیزوں کے ساتھ ہم کل گرجا ہی میں چھوڑ گئے تھے... کیوں مگر دیوانی عورت کے ساتھ کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"میں اس کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھا" گورکن نے جواب دیا "بعض معاملات میں اس کا دماغ دیوانوں کی طرح کورا ہے۔ مگر بعض میں اس کی معلومات حیرت خیز ہیں۔"

"یعنی کن معاملات میں؟" برکر نے بظاہر لاپروائی سے پوچھا۔

"اس عورت ہی کو لو جو اس قبر میں دفن ہے" جونیتھن نے مختصر کتبہ کے مزار کی طرف اشارہ کر کے کہا "معلوم ہوتا ہے جین اس عورت کی داستان سے جس کا قصہ میں نے کسی روز تم سے بیان کرنے کے لئے کہا تھا۔ پوری طرح واقف ہے..."

پھر کیا وجہ تھی وہ اچانک دیوانوں کی طرح بھاگ گئی؟" برکر نے قطع کلام کر کے پوچھا

"وہ ایک دیوانی عورت ہے۔" گورکن نے جواب دیا۔ "میں نے نصف قصہ ہی بیان کیا تھا کہ گھبرا کر کہنے لگی۔ بس اب میں پھر کسی دن آ کر سنوں گی۔ اور اتنا کہہ کر چل دی۔"

"لیکن آپ تو اس کو آوارہ فقیرنی سمجھ کر گاؤں سے ہی باہر بھیج دینا چاہتے تھے" برکر نے کہا۔

"وہ عورت دیوانی اور آوارہ گرد تو ہے۔" جونیفن نے انداز ترحم سے کہا۔ "لیکن سوالی نہیں۔ کیونکہ اس کے پاس کافی روپیہ موجود ہے۔۔۔"

"کافی!" برکر نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "آخر اتنا روپیہ اس کے پاس کہاں سے آیا؟"

"یہ تو معلوم نہیں۔" جونیفن نے جواب دیا۔ "ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اس نے ایک۔۔۔ ایک۔۔۔ چھ پنس کا سکہ یہ کہہ کر میری طرف پھینکا تھا۔ کہ اس سے میرا جام صحت پینا۔ اب اس کام سے فارغ ہو کر میں ضرور ایسا کروں گا۔"

"یہ چھ پنس شاید اشرفیوں کی صورت میں ہوں گے۔" برکر نے اپنے دل سے کہا کیونکہ میں نے تمہیں کئی سکے اٹھاتے دیکھا تھا۔ پھر اگر وہ سکہ محض چھ پنس کا تھا۔ تو تمہیں اس کے مالدار ہونے کا کیونکر یقین ہوا؟" مگر یہ باتیں برکر نے اپنے ہی دل سے کہی تھیں۔ بظاہر چپ رہا۔ کیونکہ جونیفن کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا کرنا نہ چاہتا تھا۔

بڈھا گورکن جو اسکے خیالات سے بے خبر تھا۔ سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہنے لگا۔ "اس کے پاس۔۔۔ جیب میں کئی سکے تھے۔ اور اب مجھے یہ بھی یاد آ گیا کہ اس کا نام بگلی جین ہے اس نے اسی نام کا جام صحت تجویز کیا تھا۔"

"عجیب نام ہے۔" برکر نے کہا۔ مگر چونکہ اسے سنتے ہی اس کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اور رہے سہے شکوک رفع ہو چکے تھے۔ اس لئے اب اس کا چہرہ پر خوف اور دہشت زدہ نظر آتا تھا۔ بہر حال اس نے جی کڑا کر کے پوچھا "تو کیا اب پھر آئے گی؟"

"کہہ تو گئی تھی کہ واپس آؤں گی۔" گورکن نے جواب دیا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس غریب عورت کا حال جانتی ہے جسے اس قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ اور اس طرح کے دیوانوں کی عادات کا جو حال مجھے معلوم ہے۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جب کسی بات کو پکڑ لیں تو بڑی مضبوطی سے اسپر جمے رہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے وہ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے

پھر آئے گی۔"

"غریب عورت" برکر نے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ گو اپنے دل میں وہ گورکن یا پگلی جین یا اگر ممکن ہو تو دونو کو جہنم واصل کرنے کا عہد کر چکا تھا۔

بڈھے کارنابی کے دل پر اس ہمدردی کا بہت اثر ہوا کہنے لگا۔ "گو تمہاری صورت اچھی نہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ دل کے نیک ہو۔ واقعی انسان کو صورت سے دل کا اندازہ نہ کرنا چاہیئے۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" برکر نے آہستہ سے کہا۔ اور وہ گورکن کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

دونو اس کام کی انجام دہی کے لئے روانہ ہوئے۔ جو درپیش تھا مگر برکر جتنا عرصہ قبر کھودنے میں مصروف تھا۔ برابر یہی سوچتا رہا۔ کہ اس خوفناک تجویز کو جو اس کے ذہن میں پیدا ہو چکی تھی۔ عملی صورت کس طرح دی جائے۔ یہ کام دوپہر تک جاری رہا۔ اس وقت جونیفن اپنی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اور برکر اس چھپیس کی جسے کارنابی نے پگلی جین کا دیا ہوا سکہ ظاہر کیا تھا۔ بیئر خریدنے شراب خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ کھانے کے بعد گورکن کسی کام پر گاؤں کو چلا گیا۔ اور برکر چونکہ خالی تھا۔ اس لئے گرجا کی طرف روانہ ہوا کہ اگر جونیفن وقت سے پہلے آجائے۔ تو تلاش میں وقت نہ ہو۔ اس جگہ پائپ جلا کر وہ ایک اونچے سنگ مزار کے سایہ میں سبز گھاس پر لیٹ گیا۔ موسم غیر معمولی طور پر گرم تھا۔ اور نہایت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ برکر نے ٹوپی اتار کر رکھ دی۔ اور سر کو ایک پرانے سوتی رومال سے ڈھک کر پائپ پینے اور مختلف امور پر غور کرنے میں مصروف ہوا۔

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ جب سے برکر نے جونیفن کارنابی کی ملازمت اختیار کی وہ رات کو بڈھے گورکن کی جھونپڑی کے پاس ہی ایک چھپر کے نیچے پھوس بچھا کر سو رہتا تھا۔ جونیفن کے پاس رہتے اسے بہت دن نہ گذرے تھے۔ کہ اس نے معلوم کر لیا۔ یہ شخص بہت کھائت شعار اور زر پرست ہے۔ اس لئے ضرور اس کی جھونپڑی میں خزانہ گڑا ہوگا۔ کئی بار یہ خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوا۔ کہ اگر اس بات کا یقین ہو جائے۔ تو جس طرح بھی ممکن ہو۔ خزانہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جس کے بعد اس گاؤں یا ملک کو خیرباد کہنا معمولی بات ہوگا۔ کسی نہ کسی وجہ سے تجویز اب تک ملتوی ہوتی رہی۔ مگر

جس وقت موضع وڈبرج میں پگلی جین کے دوبارہ نمودار ہونے سے اس کے سابقہ اندیشوں نے پھر زور پکڑا تو اس نے اس جرم کے ارتکاب کا جس کے لئے اب تک اس کا ارادہ بہت کمزور تھا۔ عہد مصمم کر لیا۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ جو نیتھن کا رنابی کی جمع کی ہوئی دولت کے ساتھ پگلی جین کا روپیہ بھی ہاتھ آجائے۔ تو اور مزہ ہے۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ فائدہ کی خاطر ہر کوئی ایک دو تو کیا دس بیس جرائم سے بھی تامل نہ ہو سکتا تھا۔

گرجا کے پاس ایک قبر کے سایہ میں لیٹا ہوا وہ خاصی بلند آواز میں اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کا بھولے سے بھی خیال نہیں آیا۔ کہ کوئی ان باتوں کو سن نہ لے۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پائپ کا کش لگاتے ہوئے وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا "اب یہاں بہت دن رہنا مشکل ہے۔ بیٹا بارنے کہیں ٹھکانا کر دیا۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ بڈھا بہت محتاط ہے۔ مگر میں بھی ایک ہی کائیاں ہوں امید ہے کسی نہ کسی طرح ساری دولت نکال لونگا۔ کرال پہاڑ پاس ہے۔ ذرا آنکھ لگی کہ خاتمہ۔ رہ گئی گم بخت دیوانی جس نے لورپول میں اچھی خاصی مشکل پیدا کر دی تھی۔ تو اس کا صفایا بھی اس لئے ضروری ہے کہ نہ زندہ ہو گی نہ کوئی خرابی پیدا کر سکیگی۔ نہ رہیگا بانس۔ نہ بجیگی بانسری۔"

اس دلچسپ فیصلہ پر پہنچ کر برکر نے پھر پائپ بھرا۔ اور وہ شخص جو قبر کے سایہ میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ دبے پاؤں ایک طرف کو ہٹ گیا۔ یہ نامعلوم شخص پگلی جین کے سوا کوئی اور نہ تھا!

یہ عورت دوبارہ جو اس بجا ہونے پر اس خیال سے واپس آگئی تھی۔ کہ اگر کارنابی مل گیا۔ تو اس سے اس عورت کا باقی حال معلوم ہو سکے گا۔ جو اس قبرستان میں گمنام دفن تھی۔ وہ قبرستان میں کارنابی کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ کہ ناگاہ برکر کی صورت دیکھی۔ اور اس خیال سے کہ میں نے پیشتر اسے جو نیتھن کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ دریافت کرنے اس کے پاس گئی کہ اس وقت جو نیتھن کہاں ہے بے ارادہ آہستہ چلتی ہوئی وہ اس مقام کے پاس گئی اور جین اس وقت برکر نے اپنے دل سے باتیں کرنا شروع کیا۔ اس کی آواز سن کر جین کو ایسا محسوس ہوا۔ گویا کسی نے دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب لگائی ہے۔ اس نے آواز پہچانی اور سمجھ گئی۔ کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بدنصیب مسٹر پالرڈ کے قتل کی رات کو لورپول کے مکان میں مسز ویبر سے باتیں ہوئی تھیں۔ یہ سوچ کر چپ چاپ قبر کے پیچھے کھڑی ہو گئی اور

مرہیں اس بدمعاش کے الفاظ کو خوف وحیرت کے ساتھ سنتی رہی۔ اس کے بعد جیسا بیان کیا گیا ہے پھر دبے پاؤں رخصت ہوئی۔ البتہ اس وقت قصدہ بڑی آہستگی کے ساتھ چلی کیونکہ برکر کو اپنی موجودگی سے خبردار کرنا نہیں چاہتی تھی

باب ۸۵

قیمتی آنسو

رات کے آٹھ بجے ایک سفری گاڑی موضع وڈبرج میں داخل ہو کر سرائے کے پھاٹک پر رکی اور ایک مسافر اُترا۔

یہ مسٹر ریڈکلف تھا۔

سرائے دار کے استفسار پر اس نے جواب دیا "میں ایک دو روز یہاں ٹھیرنا چاہتا ہوں میرے لئے فوراً کھانا لایا جائے۔"

مگر جس وقت کھانا لایا گیا۔ تو اس نے بہت کم کھایا۔ پھر رات کی فرحت بخش ہوا کا لطف اُٹھانے کے لئے سیر کو نکلا۔ وہ کسی تنہا مقام میں اپنے خیالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس علاقہ میں اُسے کچھ تحقیقات کرنی تھی۔ مگر یہ کام اس نے کل پر ملتوی کر دیا۔ کیونکہ رستہ کے سفر نے تھکن پیدا کر دی تھی۔

بے خبری میں اس کے قدم قبرستان کی طرف اُٹھنے لگے۔ چنانچہ سوا نو بجے کے قریب وہ قبرستان کے مختلف سنگ مزار دیکھتا پھر رہا تھا۔ رات بکھری ہوئی اور صاف تھی۔ چاند کی تیز روشنی میں اس کی نگاہ اکتوبر ۱۸۳۰ء والے کتبے پر پڑی۔ جو فیتھن کا زبانی نے حال میں ان حرفوں میں سیاہی بھر دی تھی۔ اس لئے چاندنی رات میں انہیں پڑھ لینا ذرا بھی دشوار نہ تھا۔ اس کتبہ کو دیکھ کر مسٹر ریڈکلف کو سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ ایک تو کتبہ نہائت مختصر دوسرے اس کا مضمون بعض ایسے واقعات کی یاد تازہ کرنے والا تھا۔ جو ہر وقت اس کے دماغ میں حاضر رہتے تھے

قدرے اونچی آواز سے کہنے لگا "کتبہ عجیب ہے۔ آخر کس لئے مرنے والے کا نام سنگ مزار پر درج نہیں؟ کیا اس لئے کہ اس نے اپنی زندگی میں اتنے گناہ و جرم کئے تھے۔ کہ رشتہ داروں کو اس کا نام ظاہر کرنے کی جرأت نہ ہوئی؟ مگر نہیں ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ گرجا کے

منتظم ایسے آدمی کی قبر گرجا کے پاس تیار کرنے کی اجازت نہ دیتے۔

اس وقت ایک انسانی صورت قبروں کے پاس گذرتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے فوراً معلوم کیا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ اس کے بعد جب اُسے غور سے دیکھا تو بے اختیار منہ سے نکل گیا "جین کی تلاش تھی۔ شکر ہے ان میں سے ایک تو مل گیا۔"

"مسٹر ریڈ کلف" پگلی جین نے کیونکہ یہ عورت وہی تھی۔ سلام وغیرہ کے بغیر یکایک کہا "یہیں وہ پاک ہستی دفن ہے۔ جس کا ذکر آپ دو تین بار مجھ سے کر چکے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا لمبا بازو قبر کی طرف اٹھایا۔ ریڈ کلف نے فوراً منہ پھیر لیا وہ اس ذریعہ سے اپنے جوش و اضطراب کو چھپانا چاہتا تھا۔

"تو کیا وہ مر گئی!" آخر کار اس نے کہا۔ مگر ان الفاظ کو جین نے نہیں سنا۔ ایک لمحہ کے توقف سے اس نے پھر کہا "تمہیں کیونکر معلوم ہوا۔ یہ قبر اسی کی ہے؟"

"اُس کا حال جیسے مجھے معلوم ہوا تھا۔ اسی طرح آپ کو ہو جائے گا۔" عورت نے جواب دیا۔

مسٹر ریڈ کلف میں اس وقت دیوانی نہیں۔ فی الحقیقت میں اپنی عمر میں کبھی اتنی ہوش مند نہ تھی جیسے اس وقت ہوں۔ اس وقت بھی نہیں۔ جب میں نے لورپول کے خوفناک قتل کا راز آپ کے ذریعہ عدالت پر ظاہر کیا تھا۔" پھر سنجیدگی سے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "آج صبح کچھ ایسی باتیں سننے میں آئی ہیں۔ جنہوں نے میرے دل میں اور ہی خیالات پیدا کر دیے ہیں اب میرے دور زندگی میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اور اس تبدیلی کو میں یہاں پر محسوس کرتی ہوں" یہ کہہ کر اس نے پہلے پیشانی اس کے بعد دل پر ہاتھ رکھا۔

"جین تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔" ریڈ کلف نے جواب دیا مگر کوئی تیسرا شخص پاس ہوتا تو دیکھتا کہ اس خوشی کا اثر ریڈ کلف کے چہرہ سے ظاہر نہ ہوتا تھا اس پر انتہائی افسردگی اور دلی رنج کے آثار نمودار تھے۔

"اے صاحب" عورت نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "اگرچہ میں دیوانی نہیں۔ مگر اس حالت میں بھی مجھے کئی بار محسوس ہوا ہے کہ میری زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔ قدرت نے میرے لئے ایک خاص کام مقرر کر دیا ہے۔ وہ کام اپنی مظلوم بیگم کا حال معلوم کرنا ہے خدا نے اپنی حکمت کاملہ سے میرے قدموں کو بکھڑے رستوں سے ہٹا کر سیدھی راہ پر ڈال دیا ہے۔ یقین ہے اب وہ کام بہت جلد ہو جائے گا۔"

"مگر... کس طرح؟" ریڈ کلف نے دردناک لہجہ میں پوچھا۔

اس وقت فرطِ شوق نے اس کے لہجہ میں عجیب تبدیلی پیدا کر دی۔ اور اس تبدیلی کا اثر اس کے چہرہ پر بھی نمودار ہوا۔

ریڈ کلف کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر جین اس طرح چونکی۔ گویا بدن میں بجلی کی رو دوڑ گئی عہدِ ماضی کی خفیہ یاد بیدار ہو گئی۔ حیرت، اضطراب اور مسرت سے اس کے چہرہ کو بغور دیکھا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے دل میں کوئی نیا خیال پیدا ہوا ہے۔ مگر اس پر یقین کرنے کی جرأت نہیں۔

"الٰہی! کیا یہ ممکن ہے..." اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "عجیب و غریب خیالات دماغ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ جس کی یاد مدت ہوئی دل سے مٹ چکی تھی۔ شاید جس کی ہڈیاں بھی غبار راہ بن چکی تھیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ..."

"بس کرو جین بس کرو" ریڈ کلف نے جلدی سے کہا "معلوم ہو گیا تم مجھے پہچانتی ہو..."

"اب میں آپ کو اچھی طرح پہچانتی ہوں" دیوانی عورت نے جگمگاتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر کہا۔ "اسے اتفاق کہئے یا کچھ اور بہرحال میں جان گئی ہوں کہ آپ کون ہیں۔ مگر یہ تو کہئے" اس نے ایک اور خیال پیدا ہوتے ہی جلدی سے پوچھا "کیا آپ ہی نے؟... مگر نہیں یہ غیر ممکن ہے کہ آپ نے..."

"جین اس ذکر کو چھوڑ دو" ریڈ کلف نے قطع کلام کر کے کہا "میں سمجھ گیا۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ مگر وہ آسمان جس پر فرشتوں کی پاک روحیں ستارے بن کر چمک رہی ہیں شاہد ہے کہ وہ میں نہ تھا جس نے..."

"بس اتنا ہی کافی ہے" جین نے آہستہ سے کہا "دنیا کی سب سے مظلوم ہستی میں تیری بات پر یقین کرتی ہوں" اور یہ کہکر وہ اس کے قدموں میں دو زانو ہو گئی پھر دونوں ہاتھوں سے اس کے گھٹنے پکڑ کر مختلف جذبات کے اثر سے جن میں حیرت و مسرت کو غلبہ تھا۔ سسکیاں لے کر رونے لگی۔

"نیک عورت۔ اٹھ" مسٹر ریڈ کلف نے جس کے اپنے رخساروں پر آنسو بہنے لگے تھے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "وفادار... وفاداروں کی سرتاج جین کھڑی ہو کہ تیرا نام خدا کے محبوب بندوں کی فہرست میں سب سے اوپر لکھا گیا۔ یہ تیرے وفا کی انتہا تھی کہ تو نے اپنی مظلوم بیگم کی خاطر خانماں بربادی۔ آوارہ گردی اور دیوانگی قبول کی۔ میرے آگے دو زانو مت ہو۔ آ کہ ہم دونوں اس جگہ اکٹھے دعا کریں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مختصر کتبہ کی قبر کی طرف اشارہ کیا۔

"میں آج بہت دیر اس قبر کے پاس دعا کر چکی ہوں" جین نے آہستہ سے کہا "جب سے معلوم ہوا ہے کہ اس تودہ خاک کے نیچے اسکی ہڈیاں آرام کرتی ہیں جسے زندگی میں ایک لمحہ آرام حاصل

نہ ہوا تھا۔ میں نے اس خشک مٹی کو کئی بار آنسوؤں سے تر کیا ہے۔ میں نے اپنی محترم بیگم کی روح سے جو یقیناً جنت میں آرام کر رہی ہے۔ دعا کی۔ کہ تو ہی اپنے فیض و کرم سے میرے بگڑے حواس کو صحیح کر۔ دفعتاً ایک ہلکی آواز یہ کہتی سنائی دی کہ تیری دعا قبول ہوئی۔ میں اس جگہ سے جہاں دو زانو ہو کر دعا کر رہی تھی۔ اٹھی اور رخصت ہو رہی تھی کہ کسی کو قبرے کے دوسری جانب کھڑے ہو کر کتبہ پڑھتے دیکھا۔ حیران تھی۔ وہ کون ہوگا۔ جسے میری طرح اس لحد شکستہ سے دلچسپی ہے آگے آئی تو آپ کو پہچانا۔۔۔"

مسٹر ریڈ کلف نے اس بیان کو سنتے ہوئے کئی مرتبہ آہ سرد کو ضبط کیا۔ سینہ میں جذبات کا ہجوم تھا۔ آخر کار اس نے کہا "جین اس کا تمہیں کیونکر یقین ہوا۔۔۔؟"

"مسٹر ریڈ کلف۔۔۔ کیونکہ سر دست میں آپ کو اسی نام سے مخاطب کرتی رہوں گی" جین نے قطع کلام کر کے کہا۔ "اس وقت ایک آدمی کی جان سخت خطرہ میں ہے اگر آپ اس کو بچانے میں کامیاب ہو جائیں تو سب حال اسی کی زبانی معلوم ہو جائے گا۔ اس وقت تک میری معلومات بھی مکمل نہیں۔ کیونکہ داستان جو میں نے سنی وہ نامکمل ہی رہ گئی تھی۔۔۔"

"مگر کس کی جان خطرہ میں ہے؟" مسٹر ریڈ کلف نے جلدی سے پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے خیال آیا۔ کہ شاید غریب عورت کے حواس پھر جواب دینے لگے ہیں۔ چنانچہ وہ اس کی طرف فکر آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

جین اس کے خیالات سمجھ گئی اور بولی۔ "اطمینان فرمائیے اب میرے ہوش قائم ہیں۔ اس بدنصیب خاتون کی داستان زندگی جو اس قبر میں آرام کر رہی ہے۔ آپ کو اس گورکن سے معلوم ہوگی۔ جو سامنے والی جھونپڑی میں رہتا ہے۔ اسی کی زندگی خطرہ میں ہے۔ کیونکہ جس بدمعاش نے لورپول کی واردات کی تھی۔ وہی یہاں پہنچ چکا ہے۔۔۔"

"کیا کہتی ہے!" ریڈ کلف نے چونک کر پوچھا "کیا مسٹر بارڈ کا قاتل برکر جو جیل سے فرار ہوا تھا۔۔"

"وہ اس وقت وہاں ہے" جین نے انگلی سے جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ایک اور جرم سنگین کے لئے آمادہ ہے جسے روکنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ آپ کے آنے سے پہلے میرا ارادہ گاؤں میں جا کر لوگوں کی امداد طلب کرنا اور ان کی مدد سے قاتل کو پکڑنا تھا۔ گھنٹوں سوچتی رہی۔ کس طرح اس نئی واردات کو روک کر قاتل کو حوالہ انصاف کیا جائے۔ ڈر تھا لوگ میری بات کو ناقابل یقین سمجھیں گے۔ اور یہی کہیں گے۔ یہ بھی دیوانی عورت کی بڑ ہے"

"بہت اچھا۔ ہم عنقریب کارروائی شروع کریں گے۔" ریڈ کلف نے کہا۔ "سردست میرے ساتھ آؤ۔ اور آج سے یہ آوارہ گردی چھوڑنے کا عہد کرو۔۔۔ مگر ٹھیرو۔ پہلے ایک بار مجھے اس قبر کے سرہانے دعا کرنے دو۔"

مختصر کتبہ کی قبر کے پاس جاکر وہ دوزانو ہو گیا۔ اور آگے جھک کر چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔ تھوڑے فاصلہ پر کھڑی ہوئی جین کو اس کے سسکیاں لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔ آخرکار وہ بڑی آہستگی سے اُٹھا۔ اس وقت چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد نظر آتا تھا۔ اور اس پر رنج وملال۔ صبر اور غم کے آثار نمودار تھے۔

دونوں ایک ساتھ قبرستان سے گاؤں کی طرف چلے۔ رستہ میں مسٹر ریڈ کلف نے کہا۔ "میں نے تمہاری سکونت کا جو انتظام کیا تھا۔ اسے تم نے کیوں ناپسند کیا؟ مانا وہ لوگ غریب تھے۔ مگر تمہارے ساتھ ان کا سلوک محبت آمیز تھا۔"

"مسٹر ریڈ کلف" جین نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں کہہ چکی ہوں۔ خدا نے میری زندگی کا ایک خاص مقصد مقرر کر دیا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل میں اپنا فرض سمجھتی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے رخصت کی اجازت چاہی تو وہ نامنظور ہوگی۔ اس لئے ناچار وہ روپیہ جو آپ نے ازراہ عنایت عطا کیا تھا لیکر چلی آئی۔ اور دوبارہ آوارہ گردی شروع کر کے یہ ادنےٰ لباس جو میری حالت کے مطابق تھا پہن لیا۔۔۔"

"میں سمجھا۔" مسٹر ریڈ کلف نے قطع کلام کر کے کہا۔ "دراصل مجھے تم سے یہ سوال پوچھنا ہی نہ چاہیئے تھا۔ مجھے خود سمجھنا لازم تھا کہ مظلوم و محترم بیگم کی یادتمہیں اس وقت تک چین نہ دے گی۔ جب تک تمہیں اس کا انجام معلوم نہ ہو جائے۔ اسی مقصد کے لئے خود میں بھی آوارہ پھر رہا ہوں۔ جب سے معلوم ہوا۔ تم لورپول والے مکان سے جہاں میں نے تمہیں رکھا تھا۔ چلی آئی ہو۔ ہر وقت تمہاری تلاش تھی۔ حسن اتفاق سے نہیں بلکہ خدائے کارساز کی حکمت کاملہ سے میرے قدم اس گاؤں کی طرف مڑ گئے۔ کیونکہ اسی طرح اس ہولناک راز کا حل معلوم ہو سکتا تھا۔"

دونوں گاؤں میں داخل ہوئے مگر جب سرائے دار نے نئے مہمان کو ایک جیسی وضع کی عورت کے ساتھ دیکھا تو اسے بہت حیرت ہوئی۔ مسٹر ریڈ کلف نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر حکم دیا۔ "اپنی گھر والی سے کہدو کہ اس عورت کی اچھی طرح خاطر مدارات کرے۔ اس کے لئے اچھے لباس کا انتظام کر دے۔ اور ہر بات میں اس سے ویسا ہی سلوک کرے۔ جیسا

تم کسی مالدار مہمان سے کیا کرتے ہو۔ اور خبردار اس سے کوئی بے جا سوال نہ پوچھا جائے۔"

سرائے دار نے جھک کر سلام کیا۔ اور بی بی کو طلب کر کے ضروری ہدایات دیں جین فرمانبرداری کے ساتھ اس عورت کے ہمراہ رخصت ہوئی۔ جاتے وقت اس نے مسٹر ریڈ کلف کی تازہ عنایت کا نگاہ سے شکریہ ادا کیا۔

اس کے چلے جانے پر مسٹر ریڈ کلف نے سرائے دار سے کہا "تم ذرا میرے کمرہ میں آؤ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا ایک ایسے کام میں حصہ لینے کو تیار ہو جس میں برائی کچھ نہیں البتہ اس کی بدولت تمہیں سو پونڈ انعام مل سکتا ہے۔"

سرائے کا مالک قریباً چالیس سال عمر کا ایک موٹا تازہ قد آور جوان تھا۔ یہ الفاظ سن کر اس نے مسٹر ریڈ کلف کی طرف نظر حیرت سے دیکھا اور کہنے لگا "ایک سو پونڈ! اس رقم کے لئے تو میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"بس تو میرے ساتھ آؤ۔" ریڈ کلف نے جواب دیا "اور ایک مضبوط رسی لے لو۔ اپنی گھر والی سے کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ یقین ہے بہت جلد انعام حاصل کر کے واپس آجاؤ گے۔ کام کی نوعیت چلتے چلتے بیان کر دوں گا۔"

سرائے دار کا تامل پھر بھی رفع نہ ہوا ڈر تا تھا وہ کام جس کے لئے اتنا بھاری معاوضہ پیش کیا جاتا ہے ناجائز اور غیر واجب نہ ہو۔ یہ سوچ کر خوف ہوتا تھا۔ کہیں یہ شخص لالچ دے کر مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔

مسٹر ریڈ کلف نے اس کے خیالات سمجھ کر جلدی سے کہا "سنو ایک چور پولیس کی حراست سے نکل کر بھاگ گیا ہے۔ اسکی گرفتاری کے لئے پچاس پونڈ کا انعام گورنمنٹ کی طرف سے اور اتنا ہی لورپول میونسپلٹی کی طرف سے مقرر ہے۔ دونو انعام بڑی آسانی سے حاصل کئے جا سکتے ہیں بتاؤ اب بھی اعتراض ہے؟"

"کچھ نہیں۔ اب میں اس کام کو شوق سے کرنے کے لئے تیار ہوں" سرائے دار نے خوش ہو کر کہا "معاف کیجئے کہ۔"

"معافی کا ذکر ہوتا رہیگا" مسٹر ریڈ کلف نے قطع کلام کر کے کہا "جلدی سے ایک رسی لے لو اور بے تامل میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں گاؤں سے ہو کر قبرستان کی طرف جا رہا ہوں۔"

"مگر کیا احتیاطاً پستول نہ لے لینے چاہئیں؟" سرائے دار نے پوچھا۔

"میں اچھی طرح مسلح ہوں۔ تم اپنی فکر آپ کر لو" مسٹر ریڈ کلف نے جواب دیا۔ اور ایک آبنوسی بکس کھول کر اس نے چھوٹے دونالی پستولوں کی جوڑی نکالی اور انہیں اپنی پیٹی میں لگا لیا

اس کے بعد سرائے سے نکل کر آہستہ آہستہ بازار کی طرف چلنے لگا۔ تھوڑی دیر میں سرائے کا مالک بھی آملا۔ اور آتے ہی بولا "وہ بدمعاش اگر پکڑا جائے۔ تو میں اس کی مشکیں کسنے کو ایک مضبوط رسی لیتا آیا ہوں۔" اس کے ہاتھ میں ایک لٹھ بھی تھا۔

ریڈ کلف نے جلدی سے کہا "ہمیں اس شخص کو زندہ پکڑنا چاہیے۔ کیونکہ سزا دینا ہمارا نہیں۔ اہل انصاف کا کام ہے۔"

"لیکن دار اس کی طرف سے ہو تو؟" سرائے دار نے پوچھا۔

"یہ دوسری بات ہے۔" مسٹر ریڈ کلف نے جواب دیا۔

"مگر کیوں صاحب یہ آدمی کون ہے جسے آپ پکڑا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں یاد ہوگا چند ماہ پہلے لورپول میں قتل کی ایک بھیانک واردات ہوئی تھی۔ بعد ازاں قاتلوں میں سے ایک بندی خانہ سے نکل کر بھاگ گیا..."

"اُف! تو کیا آپ نامی بدمعاش برکر کو پکڑا چاہتے ہیں؟" سرائے دار نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ اسی کو۔" ریڈ کلف نے جواب دیا "جہاں تک میرا خیال ہے تم نے اُسے دیکھا بھی ہے۔ کیا یہاں کے نائب گورکن کو جانتے ہو؟"

سرائے دار چلتا چلتا رُک گیا۔ اور انداز حیرت سے کہنے لگا "کیا اسی کا نام برکر ہے؟ میرا پہلے ہی خیال تھا کہ یہ شخص جس کی صورت نہایت مکروہ ہے..."

"خیر اب جلدی کرو۔" ریڈ کلف نے کہا "ڈر ہے کہیں اسکی طرف سے قتل کی دوسری واردات نہ ہو جائے"

دونو چپ چاپ چلتے گئے۔ اور جب بڈھے گورکن کی جھونپڑی کے پاس پہنچے تو نچلی منزل کی کھلی ہوئی کھڑکی کی راہ سے روشنی جھلملاتی نظر آئی۔ اس وقت کوئی آدمی کھڑکی کے آگے ہو کر گذرا اور تھوڑی دیر کے لئے روشنی اسکے سایہ میں غائب ہوگئی۔ یہ حالت دیکھکر مسٹر ریڈ کلف نے جلدی سے کہا "جلدی چلو دیر نہ کرو"

جو نقشہ کاربانی کی جھونپڑی ایک چھوٹے سے باغیچہ میں واقع تھی جس میں داخل ہونے کا رستہ گلی کی طرف سے تھا۔ باغ کے گرداگرد ایک نشیب بار تھی۔ جس چھپر میں برکر رہتا تھا۔ وہ عقبی صحن میں واقع تھا۔ گلی کے دونو طرف جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ یہیں ٹھیر کر مسٹر ریڈ کلف اور سرائے دار نے جگہ کا معائنہ کیا۔ کوئی شخص ہاتھ کی پوروں سے جھونپڑی کے دروازہ پر دستک دے رہا تھا۔ یہ اندازہ کرنا دشوار نہ تھا کہ یہ وہی آدمی ہے جسے انہوں نے کھڑکی کے سامنے ہو کر گذرتے دیکھا تھا۔ ایک بار خیال آیا شاید یہی برکر ہو۔ مگر بات غیر یقینی تھی۔ دروازہ کے سامنے جالیدار لکڑی کی محراب بنی ہوئی اور اس پر یاسمن کے پھول اُگے ہوئے تھے۔ جو شخص دستک دے رہا تھا وہ چونکہ سایہ میں کھڑا تھا۔ اسلئے اسکی صورت نظر نہ آتی تھی

مگر واقعہ میں یہ شخص برکر ہی تھا۔ اور بدوست ہم مسٹر ریڈ کلف اور اُسکے ساتھی کو یہیں چھوڑ کر اس شخص کی نقل و حرکت کا حال لکھتے ہیں۔ اس نے کوٹ کے بٹن بند کر رکھے تھے۔ اور اس کی بغل میں ایک آہنی سلاخ پوشیدہ تھی۔ اس میں شک نہیں۔ ابھی رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔ مگر اتنا سویرے ارتکاب جرم اس لئے ضروری تھا۔ کہ اس کے بعد جہاں تک ممکن ہو دور جانے کی کوشش کرنی تھی۔ پگلی جین کی نسبت یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اگر اس واقعہ کے بعد رستہ میں آوارہ پھرتی مل گئی تو اس کا بھی جھگڑا چکا دیا جائیگا۔ مگر نہ ملی تو اس کی خاطر وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

خیر جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ برکر نے جونیتھن کارنابی کی چوبیٹری کے دروازہ پر دستک دی بڈھا گورکن کمرہ میں بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس نے آواز سن کر شمع ہاتھ میں لی۔ مگر دروازہ کے پاس جا کر اُسے کھولنے سے پہلے ٹھیر گیا اور بولا "کون ہے؟"

"میں ہوں"۔ برکر نے جواب دیا اور اس کی آواز مسٹر ریڈ کلف اور سر ایڈوارڈ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ ریڈ کلف اسے پہچانتا ہی تھا۔ سر ایڈوارڈ نے اس لئے پہچان لیا کہ ایک دو موقعوں پر اس سے گفتگو ہو چکی تھی۔

اتنے میں سیڈ کلف نے دبی آواز سے کہا۔ "احتیاط سے قدم اٹھا کر بے آواز چلے آؤ"۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر برکر کے دل میں ذرا بھی شبہ پیدا ہو گیا تو فوراً بھاگ جائے گا۔

ادھر بڈھے جونیتھن نے بند دروازہ کے اندر سے ہی پوچھا "بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"ایک لڑکا گاؤں سے کچھ پیغام لایا ہے۔" برکر نے جواب دیا۔ "دیکھئے دروازہ پر آپکا منتظر کھڑا ہے"

جونیتھن نے پھر بھی دروازہ نہیں کھولا۔ ہر چند برکر کے خلاف اُسے کچھ شبہ نہیں تھا۔ پھر بھی کچھ اپنی خلوت پسندی کی وجہ سے اور کچھ اس لئے بھی کہ اس کے پاس روپیہ کافی جمع تھا وہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ محتاط رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے پھر سوال کیا "کیا تم اس وقت تک جاگ رہے تھے؟"

"جی ہاں۔ نیند نہیں آتی تھی"۔ برکر نے جواب دیا۔ "اس لئے قبرستان کا گشت کرنے چلا گیا کہ دیکھوں لاشیں اکھاڑنے والوں میں سے کوئی اُدھر نہ آ گیا ہو۔ واپس آ رہا تھا کہ یہ لڑکا مل گیا۔"

"اچھا ٹھیرو۔" کارنابی نے کہا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو مسٹر ریڈ کلف نے بڈھے گورکن کو شمع ہاتھ میں لئے ڈیوڑھی میں کھڑے دیکھا۔

برکر زور سے دروازہ کھول کر اندر جا رہا تھا کہ دفعتاً مسٹر ریڈ کلف اور اس کا ساتھی جو پاس تھے تعاقب میں دوڑے۔ اضطراب میں آہنی سلاخ برکر کی بغل سے گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک پستول کی نالی اس کے سر کے ساتھ لگ گئی اور آواز آئی۔ "ٹھیرو ورنہ ہلاک کر دیے جاؤ گے۔"

یہ آواز مسٹر ریڈ کلف کی تھی جس نے ایک ہاتھ سے برکر کو پکڑ کر دوسرے سے پستول کی نالی

کنپٹی کے ساتھ لگا دی۔ سرائے دار یا تو تھوڑی دیر پہلے طاقت آزمائی کے لئے بے چین تھا۔ یا اب برکر کی خوفناک صورت دیکھتے ہی سب دلیری کھو بیٹھا۔ رسی نکالنے کے لئے ہاتھ بے شک ہلتے تھے۔ مگر حقیقت میں ان کی ساری طاقت سلب ہو چکی تھی۔ اتنا نہ ہو سکا کہ برکر کی مشکیں کس لیتا۔ آخر انہ کرنے یہ حالت دیکھی تو غصہ کی چیخ مار کر زور سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اور ہاتھ جھٹکا کر بھرا ہوا پستول فرش زمین پر گرا دیا زمین پر گرتے ہی پستول چل گیا۔ مگر شکر ہے اس سے نقصان نہیں ہوا۔ ادھر برکر مست سانڈ کی طرح اندھا دھند ایک طرف کو بھاگ نکلا۔ رستہ میں سرائے دار سے جو ٹکر ہوئی۔ تو ہمارا شیر چاروں شانے چت گرا۔

بحالت مجبوری ریڈ کلف نے للکار کر کہا "ٹھیرو۔ نہیں تو فائر کرتا ہوں۔ دوسرا پستول موجود ہے"

مگر برکر نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ اس حکم کی تعمیل ہی کی۔ وہ حیرت خیز تیزی رفتار سے ایک طرف کو دوڑنے لگا۔ ریڈ کلف نے ایک بار سرائے دار کو مدد کے لئے آواز دی۔ مگر فوراً ہی کچھ سوچ کر اکیلا برکر کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔ دوسرا پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اس نے اسے چلانے کی کوشش نہیں کی۔ آخر جب تھوڑی دور چلکر اس نے دیکھا۔ کہ قاتل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ تو اس طرح فائر کیا کہ گولی برکر کی ٹانگ میں ہی لگ سکتی تھی۔ مگر نشانہ خطا ہوا۔ اور وہ بدمعاش برابر اندھا دھند بھاگتا رہا۔ حالت یاس میں اس نے دوسری گولی چلائی۔ مگر وہ بھی بیکار گئی۔ اب جو اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اندھیرے میں بہتا ہوا دریا نظر آیا۔ پیچھے کسی کے دوڑے آنے کی آواز بھی سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو سرائے دار نکلا۔ آواز دی "بڑھے آؤ۔ اب ہمارے قابو سے نہیں نکل سکتا"

مگر برکر دریا کے کنارے پہنچ کر دہم سے پانی میں کود گیا۔ اسکی کالی صورت ایک لمحہ اس گرداب میں جو پانی کی حرکت سے پیدا ہوا تھا۔ جدوجہد کرتی نظر آئی۔ اس کے بعد غائب ہو گئی۔ ندی کے کنارہ تھوڑے فاصلہ پر گھنے درخت اُگے ہوئے تھے۔ جن کی شاخیں دور تک سطح آب پر پھیلی ہوئی روشنی کے اخراج میں مدد دیتی تھیں۔ ان کی بدولت کوئی دو سو گز کے فاصلہ تک ندی کا پانی اندھیرے میں بہتا تھا۔ ریڈ کلف اور سرائے دار کنارے پر دوڑتے ہوئے اس مقام کی طرف گئے۔ اور شاخوں کے نیچے بہتے ہوئے پانی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بغور دیکھنے لگے مگر ان کی کوششیں بے سود تھیں۔ پانی میں کسی طرح کی حرکت یا جدوجہد کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بہت دیر تک دونو اس اندھیرے میں دریا کے کنارے ادھر اُدھر دوڑتے گئے۔ ریڈ کلف کو ہر لمحہ برکر کے پکڑے جانیکا انتظار تھا۔ مگر خدا معلوم وہ پانی میں غرق ہوا یا ہوا میں سما گیا۔ بہرحال سعی عظیم کے باوجود اسکا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

تیرہویں جلد ختم ہوئی